نُصُرَۃ کا حصول

خلافت کے قیام کے لیے

اتھارٹی (اقتدار) حاصل کرنے کا شرعی طریقہ

حزب التحریر ولایہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اولین مسلمانوں کو عزت وشرف بخشا، اپنی عالی شان کتاب قرآنِ مجید میں ان کی تعریف بیان کی اور انہیں اجرِ عظیم سے نوازا۔ وہ اولین مسلمان، وہ دو سعادت مند گروہ جنہوں نے اسلامی ریاست کے قیام کے عظیم مشن کو پورا کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں مہاجرین اور انصار کے نام سے مخاطب کیا۔ مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دین کی خاطر ہجرت کی اور انصار وہ ہیں جنہوں نے اس دین کیلئے نُصرَة دی۔ یہ ہجرت دراصل اسلامی ریاست کے قیام کا اعلان تھا اور اسلام کے گھر یا زمین (دارالاسلام) کی جانب منتقل ہونا تھا، جبکہ نُصرَة اسی ہجرت کی خاطر اور دارالاسلام کے قیام کیلئے تھی۔ پس نُصرَة اور انصار کے بغیر نہ تو ہجرت ہوتی اور نہ ہی مہاجرین، مہاجرین کہلاتے۔ اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان، جو اکثر و بیشتر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو اور اس تلاوت میں وہ انصار و مہاجرین کے فضائل کا تذکرہ پڑھتا ہو، وہ ہجرت اور نُصرہ کی فضیلت سے صَرفِ نظر کر سکے؟

چونکہ ہم نصرة پر بحث کر رہے ہیں جس کے بعد ہجرت وقوع پذیر ہوئی، اس لیے ہمارے لئے ناگزیر ہے کہ ہم نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں اور اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کریں۔ نبی ﷺ کی مکی زندگی کا محور اسلام کے نفاذ کے لئے ایک دار (گھر) قائم کرنا تھا، جسے دارالاسلام کہتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک سوچے سمجھے ہدف کے ساتھ ایک واضح متعین راستے پر چلے تاکہ بعد کی نسلیں دارلاسلام کی غیر موجودگی کی صورت میں اس کے قیام کیلئے نہ صرف اس راستے کی اتباع کر سکیں، بلکہ اس راستے کی پیروی کرنا ان کیلئے لازم ہو۔

ہجرت سے تین سال قبل 10 سنِ نبوی کو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا۔

ابو طالب، جنہوں نے کسی حد تک آپ کے لیے حفاظت کا سامان کر رکھا تھا جس کے باعث آپ بخیر و عافیت اسلام کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے، کی وفات کے بعد نبی ﷺ نے محسوس کیا کہ مکہ کے معاشرے پر نہ تو اسلام کی دعوت کا زیادہ اثر ہے اور نہ ہی مکہ میں اسلام اور اسلام کے افکار کیلئے رائے عامہ ہموار ہے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو نُصرہ طلب کرنے کا حکم دیا۔ نصرۃ لغت میں ''احسن انداز میں مدد'' کو کہتے ہیں۔ عربی لغات میں بیان کیا گیا ہے کہ نصر کا مطلب ظلم کے شکار لوگوں کی مدد کرنا ہے، اور انصار کا معنی ہے وہ گروہ جو مدد مہیا کرے اور نصرۃ کا مطلب ہے اچھے انداز میں مدد کرنا۔ سیرۃ ابنِ ہشام کے باب ''نبی ﷺ کی ثقیف کے قبیلے سے نُصرۃ حاصل کرنے کی کوشش'' میں درج ہے:

﴿قال ابن اسحاق: ولما هلك ابو طالب، نالت قريش من رسول الله ﷺ من الاذى ما لم تكن تنال منه في حياة عمه ابى طالب، فخرج رسول الله ﷺ الى الطائف يلتمس النصرة من ثقيف، والمنعة بهم من قومه، ورجاء ان يقبلوا منه ما جاء هم من الله عز وجل فخرج اليهم وحده﴾

''ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں: جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو قریش نے نبی ﷺ کو اتنی اذیتیں دیں جتنی کہ وہ ان کی موجودگی میں کبھی نہیں دے سکتے تھے۔ پس نبی ﷺ طائف روانہ ہوئے تاکہ ان سے نُصرۃ طلب کر سکیں اور ان سے کہہ سکیں کہ وہ اس پر ایمان لائیں جو آپ ﷺ پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ اکیلے طائف روانہ ہوئے تھے۔''

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

﴿لما امر الله نبيه ان يعرض نفسه على قبائل العرب، خرج و انا منه و ابوبكر الى منى، حتى دفعنا الى مجلس من مجالس العرب﴾

''جب اللہ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا کہ وہ قبائلِ عرب کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں تو آپ

ﷺ میرے اور ابوبکر کے ساتھ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے جہاں پر عربوں کی ایک مجلس ہو رہی تھی"۔ (ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری، تحفۃ الاحوذی اور الکلام میں، نیز حاکم اور ابو نعیم نے اور بیہقی نے الدلائل میں قوی راویوں سے اس حدیث کو روایت کیا)

پس یہ واضح ہے کہ نبی ﷺ کی طرف سے اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کرنا، ان سے نُصرہ طلب کرنا نیز اس نُصرۃ کو طلب کرنے کا وقت، سب براہِ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے تھا، جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی درج بالا روایت سے واضح ہے۔ اس حکم کا وقت اس بات سے مطابقت رکھتا ہے کہ نبی ﷺ ابوطالب کے انتقال کے باعث مدد اور حفاظت کھو چکے تھے۔ قریش اب نبی ﷺ کو کھلا چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے کہ وہ اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہیں۔ مزید برآں نبی ﷺ کو مکہ کے معاشرے سے امید نہیں تھی کہ وہ آپ ﷺ کے اقتدار و اختیار کو تسلیم کرتے کیونکہ مکہ کے معاشرے کی رائے عامہ اسلام کیلئے ہموار نہ تھی۔ پس اس موقع پر آپ ﷺ کو نُصرۃ طلب کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ دعوت کو سہارا مل سکے اور اسلام کو اس مقام پر لایا جا سکے کہ جہاں اسلام کو اتھارٹی حاصل ہو اور اسلام کے احکامات کا جامع انداز میں نفاذ ہو سکے۔ نبی ﷺ نے نصرۃ طلب کرنے کی ابتدا طائف سے کی، جس کا شمار اس وقت جزیرۃ العرب کے طاقتور ترین قبائل میں ہوتا تھا۔ درحقیقت یہ قبیلہ طاقت، عزت اور مرتبے میں قریش کے ہم پلہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ولید بن مغیرہ نے محمد ﷺ پر قرآن کے نزول کا انکار کیا تو اس نے کہا کہ آخر کیوں یہ کتاب قریش اور طائف کے شرفاء پر نازل نہ ہوئی۔ جس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾

"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کیوں دو شہروں (مکہ اور طائف) کے بڑے آدمیوں پر نازل نہیں کیا گیا" [سورۃ الزخرف:31]

اہلِ طائف کی طاقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام

کے بعد بھی طائف آسانی سے فتح نہ ہو پایا۔ اس کا محاصرہ کیا گیا اور دونوں جانب بھاری جانی نقصان ہوا یہاں تک کہ منجنیقوں کے ذریعے اہلِ طائف کی مزاحمت توڑنے کی کوشش کی گئی۔

نبی ﷺ طائف کے سرداروں اور شرفاء سے ملنے وہاں گئے۔ وہ طائف کے تین سرداروں سے ملے اور ان سے اسلام اور نُصرۃ سے متعلق بات کی۔ تاہم نبی ﷺ خالی ہاتھ واپس لوٹے کیونکہ ان سرداروں نے آپ ﷺ کو نُصرۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ آغاز تھا۔ نبی ﷺ طائف سے واپس لوٹے اور مکہ کے نواح میں مطعم بن عدی کے پاس ٹھہرے اور حج کے اوقات میں عرب کے دیگر طاقتور قبائل سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ قبائلی سردار درحقیقت آج کی حکومتوں کے سربراہوں جیسی حیثیت رکھتے تھے۔ سیرت ابنِ ہشام کے باب: ''نبی ﷺ کا اپنے آپ کو قبائل پر پیش کرنا'' میں بیان کیا گیا ہے کہ ابن اسحٰق نے روایت کیا:

((ثم قدم رسو ل اللهﷺ مكة، و قومه اشد ما كانوا عليه من خلافه...، فكان رسول اللهﷺ يعرض نفسه في المواسم اذا كانت على قبائل العرب يدعوهم الى الله، و يخبرهم انه نبي مرسل، و يسألهم ان يصدقوه و يمنعوه حتى يبين (لهم) الله ما بعثه به))

''نبی ﷺ مکہ واپس آئے تو قریش پہلے سے بھی زیادہ شدید ہوگئے... پس نبی ﷺ نے حج کے اوقات میں مختلف قبائل سے رابطہ کیا۔ آپ انہیں بتاتے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ہیں اور ان پر زور دیتے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی حفاظت کریں یہاں تک کہ اللہ اُسے ظاہر کر دے جو اللہ نے نازل کیا ہے۔''

سیرت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ حج کے اوقات میں ہر اس شخص سے رابطہ کرتے جو کسی عزت و طاقت کے مقام پر فائز تھا۔ سیرت ابنِ ہشام کے باب: ''نبی ﷺ کا اوقاتِ حج میں عربوں سے رابطہ'' میں درج ہے کہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں:

((فكان رسول اللهﷺ على ذلك من امره، كلما اجتمع له الناس بالموسم اتاهم يدعو القبائل الى الله و الى الاسلام، و يعرض عليهم نفسه و ما جاء به من الله من الهدى والرحمة، و هو لا يسمع بقادم يقدم مكة من العرب له اسم و شرف، الا تصدى له فدعاه الى الله و عرض عليه ما عنده))

''دورانِ حج جب بھی نبی ﷺ لوگوں سے ملتے تو مستقل مزاجی کے ساتھ (طلبِ نصرۃ اور حفاظت) کے معاملے کے پیچھے لگے رہتے۔ آپ ﷺ قبائل کو اسلام کی جانب بلاتے اور اپنے آپ کو اور جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا، اسے قبائل پر پیش کرتے۔ نبی ﷺ نے ایسے کسی بندے کو نہ چھوڑا جو تھوڑے سے بھی شرف و مرتبے کا حامل ہو، جس نے مکہ کا سفر کیا ہو اور آپ نے اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب نہ بلایا ہو اور اپنی دعوت پیش نہ کی ہو۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نُصرہ کی تلاش میں بنی کلب کے پاس گئے اور انھوں نے آپ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ یمامہ کے بنی حنیفہ کے پاس گئے اور وہ تمام عربوں سے زیادہ گستاخی سے پیش آئے۔ آپ بنی عامر بن صَعصَعہ کے پاس گئے لیکن انھوں نے یہ شرط رکھی کہ آپ کے بعد اختیار (اتھارٹی یا حکومت) ان کو دیا جائے گا، آپ نے اس مشروط پیشکش کو مسترد کر دیا۔ پھر آپ یمن کے بنی کندہ کے خیموں میں گئے اور انھوں نے بھی آپ کے بعد اتھارٹی اپنے ہاتھ میں ہونے کا مطالبہ کیا، پس آپ نے ان کی نُصرۃ کی پیش کش مسترد کر دی۔ آپ ﷺ بنی بکر بن وائل کے خیموں میں گئے، انہوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ سلطنتِ فارس کی سرحد کے پاس رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے بنی ربیعہ کے خیموں کا دورہ کیا تو انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ بنی شعبان سے ان کے خیموں میں ملے، یہ قبیلہ بھی سلطنتِ فارس کی سرحد کے قریب رہتا تھا۔ بنی شعبان نے نبی ﷺ کو پیش کش کی کہ وہ عربوں سے تو آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے تیار ہیں، تاہم انہوں نے فارس سے حفاظت پر معذوری کا اظہار کیا، پس نبی ﷺ نے انہیں جواب دیا:

((ما اساتم الرد اذ افصحتم بالصدق، انه لا يقوم بدين اللّٰہ الا من حاطه من جميع جوانبه))

''تمہاری طرف سے اس سچ کا اظہار دراصل اس دعوت کا مسترد کرنا ہے۔ اللہ کے اس دین کے لیے صرف وہی کھڑے ہو سکتے ہیں جو ہر طرف سے اس دین کی حفاظت کر سکیں۔''

نبی ﷺ نے مختلف قبائل کے انکار کے باوجود طلبِ نُصرۃ کا عمل جاری رکھا، نبی ﷺ نہ تو ڈگمگائے، اور نہ ہی مایوس ہوئے اور نہ ہی آپ نے اس طریقۂ کار کو تبدیل کیا۔ 'زادالمعاد' میں واقدی سے روایت ہے، جو بیان کرتے ہیں:

((... القبائل الذين اتاهم رسول اللّٰہ ﷺ ودعاهم و عرض نفسه عليهم بنو عامر بن صعصعة، و محارب بن حفصة، و فزارة، و غسان،و مرة، و حنيفة، و سُليم، و عبس، و بنو النضر، و بنو البكاء، و كندة، و كلب، و الحارث بن كعب، و عذرة، و الحضارمة، فلم يستجب منهم احد))

''... نبی ﷺ جن قبائل سے ملے اور انہیں دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو نُصرۃ کے لیے پیش کیا، ان میں بنی عامر بن صعصعہ، محارب ابن حفصہ، فزارہ، غسّان، مُرّہ، حنیفہ، سُلیم، عبس، بنو نضر، بنو بکاء، کِندہ، کلب، حارث ابن کعب، عُذرہ اور حضارِمہ شامل ہیں، کسی نے بھی دعوت قبول نہ کی۔''

نبی ﷺ مسلسل نُصرہ طلب کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس دین کو نُصرہ سے نوازا۔ سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحاق سے مروی ہے:

((فلما اراد اللّٰہ عز وجل اظهار دينه و اعزاز نبيه ﷺ وانجاز موعده له خرج رسول اللّٰہ ﷺ فی الموسم الذی لقيه فيه النفر من الانصار،فعرض نفسه على قبائل العرب، كما كان يصنع فی كل موسم، فبينما هو عند العقبة لقی رهطا من الخزرج اراد اللّٰہ بهم خيرا))

''جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دین کے غلبے، اپنے نبی کو شرف بخشنے اور اپنے وعدے کی تکمیل کا ارادہ کیا، تو نبی ﷺ حج کے اوقات میں نکلے اور ان کی ملاقات انصار کے کچھ لوگوں سے ہوگئی۔ نبی ﷺ نے اپنے آپ کو عرب قبائل پر پیش کیا جیسا کہ آپ ﷺ اس سے پہلے کرتے رہے تھے۔ پس آپ 'العقبہ' کے مقام پر تھے، جہاں آپ نے قبیلہ خزرج کے اُن افراد سے ملاقات کی، جنھیں اللہ بھلائی عطا کرنا چاہتا تھا۔''

خزرج کے ان افراد نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی اور وہ قبیلۂ اوس سے اپنے تنازعات سلجھانے کیلئے واپس چلے گئے۔ اگلے سال وہ 12 افراد کے ساتھ آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ عقبہ کے مقام پر ملاقات کی۔ یہاں پر عقبہ کی پہلی بیعت ہوئی۔ پھر جب مدینہ کا معاشرہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی کوششوں کے باعث تیار ہوگیا تو مدینہ کے شرفاء نے نبی سے ملاقات کی تاکہ نبی ﷺ کو نُصرۃ اور حفاظت کی پیش کش کرسکیں۔ پس وہ دوبارہ نبی ﷺ سے عقبہ میں ملے اور یہاں انھوں نے نبی کی بیعت کی۔ یہ بیعت نبی ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی بیعت تھی۔ سیرت ابنِ ہشام نے اس بیعت کو روایت کیا ہے:

((ابايعكم على ان تمنعونى مما تمنعون منه نسائكم و ابنائكم. قال: فاخذ البراء بن معرور بيده ثم قال: نعم والذى بعثك بالحق (نبيا) لنمنعنك مما نمنع منه ازرنا، فبايعنا يا رسول الله ﷺ، فنحن والله ابناء الحروب و اهل الحلقة ورثناها كابرا(عن كابر)))

''میں تم لوگوں سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری ایسی حفاظت کرو گے جیسے کہ اپنے بیوی بچوں کی کرتے ہو۔'' بَراء بن معرور نے نبی ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا: بیشک اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا، ہم آپ کی ایسی حفاظت کریں گے جیسے کہ ہم اپنی اولاد کی کرتے ہیں، یارسول اللہ! ہم سے بیعت لیجئے، اللہ کی قسم ہم جنگوں کے بیٹے ہیں اور سامانِ حرب ہمارے لئے کھلونوں کی مانند ہیں، اور یہ بات ہمارے آباؤ اجداد سے ہم میں میراث کے طور

پر چلی آ رہی ہے''

پس انصار کی اس نُصرۃ کے ذریعے اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور اسلامی ریاست وجود میں آ گئی!

نبی ﷺ نُصرۃ دو امور کیلئے طلب کر رہے تھے۔ **اول:** اپنی حفاظت کے لیے اور ایذا و تکلیف کو دور رکھنے کیلئے تا کہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں اور **دوئم:** اسلام کو ریاست اور اختیار و اقتدار کی پوزیشن پر لانے کیلئے۔ جہاں تک پہلے مقصد کا تعلق ہے، تو حاکم نے اپنی مستدرک میں جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی جو کہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر پورا اترتی ہے:

((کان رسول اللہ ﷺ یعرض نفسه علی الناس... فیقول:هل من رجل یحملنی الی قومه، فان قریشا قد منعونی ان بلغ کلام ربی؟ قال: فاتاه رجل من بنی همدان فقال: انا. فقال: و هل عند قومك منعة؟ قال: نعم. وساله من این هوفقال: من همدان. ثم ان الرجل خشی ان یخفره قومه -ای ینقضوا عهده-فاتی رسول اللہ ﷺ فقال: آتی قومی فاخبرهم ثم القاك من عام قابل. قال: نعم))

''رسول اللہ ﷺ لوگوں پر اپنے آپ کو پیش کرتے اور کہتے: کیا ایسا کوئی ہے جو مجھے اپنے لوگوں کے پاس لے جائے، یہ قریش مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں؟ بنی ہمدان سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں لے جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری قوم کے پاس قوت ہے۔ اس شخص نے جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے اُس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ وہ بنی ہمدان سے ہے۔ پھر اس شخص کو خوف ہوا کہ اس کے لوگ شاید اسے شرمندہ کریں (اس کا حفاظت کا وعدہ پورا نہ کریں)، پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میرے لوگ آ رہے ہیں، آپ ان سے بات کریں، اور میں آپ سے اگلے سال ملاقات

کرونگا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: اچھا"۔

سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحٰق سے مروی ہے:

((فکان رسول اللّٰہ یعرض نفسه فی المواسم علی قبائل العرب یدعوهم الی اللّٰہ والی نصرته، و یخبر هم انه نبی مرسل، و یسالهم ان یصدقوه و یمنعوه حتی یبین عن اللّٰہ ما بعثه به))

"رسول اللہ ﷺ حج کے ایام میں عرب قبائل سے رابطہ کرتے، انہیں اللہ کی جانب پکارتے اور نُصرۃ طلب کرتے، آپ انہیں بتاتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اوران سے کہتے کہ وہ ان پر ایمان لائیں اوران کی حفاظت کریں یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب کردے جو اللہ نے نازل کیا ہے"۔

پس نُصرۃ طلب کرنے کی یہ درخواست اس مقصد کیلئے تھی تا کہ رسول اللہ ﷺ حفاظت سے اس دعوت کو آگے لے جاسکیں۔

جہاں تک نُصرۃ طلب کرنے کے دوسرے مقصد، یعنی اسلام کو ریاست اوراتھارٹی کی پوزیشن پر لانے کا تعلق ہے، تو یہ وہ ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے بنی شعبان سے ان کے خیموں میں گفتگو کی اوران سے نصرۃ طلب کی، لیکن انھوں نے انکار کردیا۔ اسی طرح وہ گفتگو جو آپ ﷺ نے بنی عامر بن صعصعہ اور بنی کندہ سے کی لیکن انھوں نے آپ کے بعد اقتدار کا مطالبہ کیا، نبی ﷺ نے اس مشروط نُصرۃ کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ یہ سلسلہ عقبہ کے مقام پر بیعتِ ثانیہ پر اختتام پذیر ہوا جہاں آپ کی جانب سے حفاظت طلب کرنے پر اوس اور خزرج نے آپ کی خاطر جنگ کرنے کی بیعت کی۔ آپ ﷺ قبائل کے سامنے نُصرۃ کا مطالبہ رکھنے سے قبل انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ سیرت ابنِ ہشام میں زُہری سے روایت ہے:

((أنه أتي بنی عامر بن صعصعة فدعا هم إلی اللّٰہ عزوجل، وعرض علیهم نفسه،

فقال له رجل منهم يقال له بيحرة بن فراس: والله لو أنى أخذت هذا الفتى من قريش لأكلت به العرب، ثم قال: أرأيت إن نحن بايعناك على أمرك ثم أظهرك الله على من خالفك، أيكون لنا الأمر من بعدك؟ قال ((الأمر إلى الله يضعه حيث يشاء)) فقال له: أفنهدف نحورنا للعرب دونك فإذا أظهرك الله كان الأمر لغيرنا؟ لا حاجة لنا بأمرك، فأبوا عليه))

''آپ ﷺ بنی عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا (یعنی نصرۃ طلب کی)۔ تو ان میں سے ایک شخص جسے بیحرۃ بن فراس کہا جاتا تھا، نے کہا: اگر یہ شخص میری مٹھی میں آجائے تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو کھا جاؤں۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے کہا: ''آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے 'امر' (حکومت) پر آپ کی بیعت کرلیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر فتح عطا فرمادے تو کیا آپ کے بعد یہ 'امر' (یعنی حکومت) ہمیں ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'امر' (حکمرانی) اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے اسے سونپ دے۔ اس پر اس شخص نے کہا: کیا ہم آپ کے لئے عربوں کے تیروں سے اپنے سینے چھلنی کرائیں اور پھر جب آپ کامیاب ہوجائیں تو حکمرانی ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے؟! نہیں ہمیں آپ کے 'امر' کی کوئی ضرورت نہیں''۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ عرب خوب جانتے تھے کہ آپ ﷺ نصرۃ طلب کر کے درحقیقت کیا طلب فرما رہے ہیں، یعنی ایک اتھارٹی اور ریاست کے قیام کے لیے ایک مضبوط اور طاقتور قبیلے کی حمایت۔ وہ جانتے تھے کہ اس اتھارٹی کے خلاف پورا عرب اٹھ کھڑا ہوگا۔ نصرۃ دینے والے قبائل کو رسول اللہ ﷺ اور اس نوخیز ریاست کی حفاظت کے لئے پورے عرب کے خلاف لڑنا پڑیگا۔ اس قربانی کے بدلے بنو عامر اور بنی کندہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے لیے حکومت اور سرداری کی ضمانت چاہتے تھے اور اسی شرط پر نصرۃ دینے کے لئے تیار تھے۔ یہ یثرب کے اوس وخزرج ہی تھے جنہوں نے بغیر کسی شرط کے محض اللہ کی رضا کے لئے آپ ﷺ کی حفاظت

اور اسلام کے نفاذ کے لئے نصرۃ فراہم کی۔

انصار نے یہ بیعت عقبہ کے مقام پر دی۔ بیعت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے سب سے پہلے گفتگو کا آغاز کیا۔ سیرت ابنِ ہشام میں کعب بن مالک سے مروی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے انصار سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

((يا معشر الخزرج! ... فإن كنتم ترون أنكم وافون له بما دعوتموه اليه، وما نعوه ممن خالفه فأنتم وما تحملتم من ذلك، وإن كتنم ترون أنكم مسلموه و خاذلوه بعد الخروج به اليكم فمن الآن فدعوه))

''اے خزرج کے لوگو!... اگر تم سمجھتے ہو کہ جس غرض سے تم نے ان کو دعوت دی ہے اسے پورا کرو گے اور ان کے مخالفین سے ان کی حفاظت کرو گے تو بے شک تم اس بار کو اٹھالو۔ ورنہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ہاں چلے آنے کے بعد تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو بہتر یہ ہے کہ ابھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو''

انصار نے یہ سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ ﷺ جو چاہیں اپنے لئے عہد و پیمان لے سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قرآن کی آیات تلاوت فرمائیں اور اسلام کی ترغیب کے بعد فرمایا:

((أبايعكم على أن تمنعوني مما تمنعون منه نساء كم و أبناء كم))

''کہ میں اس شرط پر تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو''

اس پر براء نے بیعت دینے کے لیے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ بخدا ہم اہلِ حرب اور اہلِ جماعت ہیں اور یہ فخر ہم کو وراثتاً اپنے بزرگوں سے ملتا رہا ہے۔

براء ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ان کی بات کاٹ کر ابوالہیثم بن تیہان نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے ہم اسے قطع کر دینے کے لئے آمادہ ہیں اگر ہم نے ایسا کر دیا اور اللہ نے آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا تو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر پھر اپنی قوم کے پاس چلے آئیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا پھر کہا:

((بل الدم الدم، والهدم الهدم، أنا منكم وأنتم مني، أحارب من حاربتم، أسالم من سالمتم))

''(تمہارا) خون (میرا) خون، (تمہاری) بربادی (میری) بربادی ہے۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو جس سے تم لڑو گے میں لڑوں گا، جس سے تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا''۔

سیرت ابنِ ہشام میں عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے:

((أن القوم لما اجتمعوا البيعة رسول الله ﷺ قال العباس بن عبادة بن نضلة الأنصاري أخو بنى سالم بن عوف: يامعشر الخزرج، هل تدرون علام تبايعون هذا الرجل؟ قالوا: نعم، قال: إنكم تبايعونه على حرب الأحمر و الأسود من الناس فان كنتم ترون أنكم إذا نَهكَت أموالكم مصيبة و أشرافكم قتل أسلمتموه فمن الأن، فهو والله إن فعلتم خزى الدنيا والآخرة، وإن كنتم ترون أنكم وافون له بما دعوتموه اليه على نهكة الأموال وقتل الأشراف فخذوه، فهو والله خير الدنيا والآخرة، قالوا: فإنا نأخذه على مصيبة الأموال وقتل الأشراف، فمالنا بذلك يا رسول الله إن نحن و فينا؟ قال: الجنة، قالوا: ابسط يدك، فبسط يده فبايعوه))

''جب یہ سب جماعت رسول اللہ ﷺ کی بیعت پر آمادہ ہوئی تو عباس بن عبادہ بن نضلۃ الانصاری نے جو بنی سالم بن عوف کے رشتہ دار تھے سب کو مخاطب کر کے کہا: تم ان ذمہ داریوں کو اچھی طرح

سمجھ گئے ہو جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے تم پر عائد ہوں گی۔ انہوں نے کہا ہاں سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا: اس بیعت کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں ہر قوم سے لڑنا پڑیگا، تو اگر ان کی حمایت میں کسی مصیبت کی وجہ سے تمہاری دولت برباد ہو جائے اور تمہارے اشراف مارے جائیں اور پھر تم ان کا ساتھ چھوڑ دو تو اُس وقت ایسا کرنے سے یہ بہتر ہے کہ ابھی انکار کر دو۔ کیونکہ اقرار کے بعد عدم ایفاء کرنے کا نتیجہ دین و دنیا کی رسوائی ہے۔ اور اگر تم ان تمام مصائب پیش آنے کے بعد بھی ایفائے عہد کے لئے آمادہ ہو تو بیشک انہیں اپنے ساتھ لے چلو۔ اس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ اس پر سب حاضرین نے کہا: ہم مال و جان کی مصیبت کو برداشت کر کے آپ ﷺ کو لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں اگر ہم نے آپ کے ساتھ وفا کی تو ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت۔ انہوں نے کہا ہاتھ پھیلائیے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔

پس ہجرتِ مدینہ کا اصل مقصد اسلام کے نفاذ کے لئے اقتدار حاصل کر کے اسلامی اتھارٹی یا حکومت کا قیام تھا جس کے تحفظ کی یقین دہانی انصار بیعت کے ذریعے فراہم کر رہے تھے۔ یہ ہے وہ نصرۃ کی دوسری قسم جس کا مقصد اسلامی اتھارٹی یا اسلامی ریاست کو قائم کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اللہ کے حکم پر طلبِ نُصرۃ کیلئے ان تھک کوششیں کرنا اور ہر قسم کی تکالیف اور ناکامیوں کے باوجود، استقامت کے ساتھ مسلسل اسی طریقے پر بلا کسی تبدیلی کے ڈٹے رہنا، اس بات کی طرف واضح اشارہ (قرینہ) ہے کہ اللہ کی طرف سے طلبِ نُصرۃ کا حکم، ایک حتمی حکم تھا اور اس بناء پر فرض تھا۔ یہ ریاست کے قیام اور اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کے طریقۂ کار کا حصہ ہے جس سے انحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔

پس کوئی بھی جماعت جو اسلام کے بطورِ ریاست نفاذ کے لیے کام کر رہی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے اتھارٹی کے حصول کے لیے اپنے دور کے

اہلِ نُصرۃ (اہلِ قوت) سے نصرۃ طلب کررہی ہو۔ آج اہلِ نُصرۃ یا اہلِ قوت اسلامی مما لک کی افواج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے وقت میں قبائل کو ایک وجود یا اکائی تصور کرتے تھے اور ان میں موجود اہلِ نُصرۃ سے نُصرۃ طلب کرتے تھے۔ جبکہ آج اس کا اطلاق مسلم افواج یا بعض مما لک میں اُن بڑے قبائل پر ہوتا ہے، جو حکومت کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس حزب التحریر، جو کہ خلافت کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کیلئے کام کررہی ہے، ان اہلِ قوت سے نُصرہ طلب کرتی ہے۔

حزب التحریر کا نُصرۃ طلب کرنا سیاسی عمل ہے، جبکہ مادی اعمال کرنا اہلِ قوت کا کام ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اور حزب کے لیے افواج کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور اتھارٹی کو تبدیل کرسکتے ہیں۔ حزب التحریر مختلف ذرائع سے اہلِ قوت کو ابھارتی ہے کہ وہ ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نُصرۃ دیں، یعنی وہ موجودہ حکمرانوں کو اکھاڑنے کے لیے حرکت میں آئیں اور ان حکمرانوں کی بجائے حزب التحریر کو حکومت واقتدار منتقل کریں۔ نیز حزب امت کے ذریعے اہلِ قوت پر اثر انداز ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے قدم اٹھائیں۔

نُصرۃ طلب کرنا انتہائی اہم عمل ہے، علاوہ ازیں یہ طریقہ کار کے لحاظ سے فرض بھی ہے۔ اور اس حال میں کہ جب معاشرے میں پختہ عزم کا فقدان ہو اور اتھارٹی امت کے ہاتھ میں نہ ہو تو ان حالات میں تبدیلی محض عوام کو اسلام کے نفاذ کے لیے قائل کرنے سے نہیں لائی جا سکتی۔ پس اہلِ نُصرۃ سے طاقت اور اقتدار کو حاصل کرکے اسلام کو مکمل اور انقلابی انداز میں نافذ کیا جاتا ہے۔ تاہم اس سے قبل ضروری ہے کہ اسلامی افکار کو معاشرے میں غالب کردیا جائے یہاں تک معاشرے میں اسلام کے نفاذ کے لیے رائے عامہ قائم ہو جائے۔

طلبِ نُصرۃ کا شرعی حکم اس قدر اہم ہے کہ اسی پر ریاست خلافت کے انہدام کے بعد اس کے دوبارہ قیام کا دارومدار ہے، اسی پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کی سربلندی منحصر ہے اور اسی پر

غداریوں اور خیانت کے طویل سلسلے کے خاتمے کا انحصار ہے جس کا اس امت کو سامنا ہے۔ آج اس امت پر "بما انزل الله" (اللہ کے نازل کردہ احکامات) کے ذریعے حکومت نہیں کی جارہی ہے، سرمایہ دارانہ نظام مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط ہے، اور امت کو ہولناک مصائب، آفات اور تکالیف کا سامنا ہے اور امت ایک مخمصے اور گومگو کی حالت میں ہے۔ چونکہ طلبِ نُصرۃ کا عمل ان لوگوں سے متعلق ہے جو حکمرانی کو اسلام کے مطابق تبدیل کرنے کی قوت وصلاحیت کے اسباب رکھتے ہیں، اور چونکہ یہ معاملہ اس قدر سنگین اہمیت اور عجلت کا ہے اس لیے جو لوگ قوت رکھتے ہیں اور تبدیلی کے اسباب کے حامل ہیں، ان کی ذمہ داری انتہائی اہم ہو جاتی ہے کہ وہ اس تبدیلی کو لے کر آئیں۔ بیشک اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا کریں تو اس کا اجر بھی بہت عظیم ہے۔ وہ اجر کیا ہے، اسے جاننے کے لیے ہمیں انصارِ مدینہ کی فضیلت پر نظر ڈالنا ہوگی، جنہوں نے ماضی میں نُصرۃ فراہم کی تھی۔

نصرۃ دینے والوں کا شرف اور فضیلت:

قرآنِ کریم میں:

انصار کی فضیلت کیلئے یہ شرف کافی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں ان کا ذکر کیا اور ان کے ایسے اوصاف بیان کیے جو ہر مسلمان کے لیے قابلِ رشک ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا کہ انصار ((السَّـابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن)) میں سے ہیں اور حکم دیا ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر بطریقِ احسن چلا جائے۔ وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے ((رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ))۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں... جس کی مسرت اور خوشیاں لازوال ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت حاصل کرنے والے وہ مہاجرین (جنہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی) اور انصار (مدینہ کے وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کی مدد واعانت کی)، نیز وہ جنہوں نے ان کی مکمل پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔'' [سورة التوبة:100]

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں مزید فرمایا:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَي النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾

''اللہ نے معاف کر دیا ہے نبی کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں (غزوہ تبوک کے وقت) نبی کا ساتھ دیا'' [سورة التوبة:117]

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ دین کے انصار (مددگار) بنیں، تاکہ اللہ ان سے راضی ہو:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار (مددگار) بنو، جس طرح عیسی ابن مریمؑ نے اپنے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: کون ہیں دین کی راہ میں میرے انصار؟۔ حواریوں نے جواب

دیا: ہم ہیں اللہ کے انصار۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت دی اور وہ غالب آ گئے'' [سورۃ الصّف:14]

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں انصار کے فضائل کا بیان:

بیعتِ عقبہ ثانیہ سے متعلق سیرت کی کتابوں میں درج ہے:

((فما لنا بذلك يا رسول الله ان نحن و فينا (بذلك) قال الجنة. قالو : ابسط يدك. فبسط يده فبا يعوه))

''انہوں (انصار) نے پوچھا: یارسول اللہ! اگر ہم اپنے عہد پر پورا اتریں تو ہمارے لئے کیا اجر ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: جنت۔ انھوں نے کہا: ہمارا ہاتھ تھامئے (یارسول اللہ ﷺ)۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور انھوں نے بیعت کی''

جبکہ اس کے مقابلے میں وہ اہلِ قوت، جن پر آج نُصرۃ دینے کی ذمہ داری ہے وہ ابھی تک ان حکمرانوں کی اطاعت کر رہے ہیں جو درحقیقت امت سے قوت چھین کر ان کی گردنوں پر مسلط ہیں۔ حالانکہ ان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں ایجنٹ حکمرانوں کی اطاعت نہ کریں۔

بخاری و مسلم انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اية الايمان حب الانصار، و اية النفاق بغض الانصار))

''انصار کی محبت ایمان اور انصار سے نفرت نفاق کی نشانی ہے''

ترمذی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا، جب رسول اللہ ﷺ انصار کے متعلق فرما رہے تھے:

((لا یحبھم الا مؤمن، و لا یبغضھم الا منافق، و من احبھم فاحبه اللّٰه، و من ابغضھم فابغضه اللّٰه))

''کوئی ان (انصار) سے محبت نہیں کرتا سوائے مؤمن کے، اور کوئی ان سے نفرت نہیں کرتا سوائے منافق کے۔ جس نے ان (انصار) سے محبت کی، اس نے اللہ سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے نفرت کی اس نے اللہ سے نفرت کی۔''

بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

((رای النبی ﷺ النساء و الصبیان مقبلین، قال: حسبت انه قال من عرس، فقام النبی ﷺ ممثلا فقال: اللھم انتم من احب الناس الی، قالھا ثلاث مرار))

''نبی ﷺ نے (انصار کی) عورتوں اور بچوں کو سامنے سے آتے دیکھا [ذیلی راوی کہتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ انس نے کہا کہ وہ کسی شادی سے واپس آرہے تھے]۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تین بار فرمایا: اللہ کی قسم تم میرے سب سے محبوب لوگوں میں سے ہو۔''

بخاری نے ایک اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، جو کہتے ہیں:

((جاء ت امراة من الانصار الی رسول اللّٰه ﷺ معھا صبی لھا، فکلمھا رسول اللّٰه ﷺ فقال: والذی نفسی بیده، انکم احب الناس الی، مرتین))

''انصار کی ایک عورت اپنے بچے سمیت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ سے بات کی، پس آپ ﷺ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم (انصار) تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔ آپ نے دو مرتبہ یہ فرمایا۔''

مسلم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا:

((قال ان الانصار کرشی و عیبتی، وان الناس سیکثرون و یقلون، فاقبلوا من محسنهم و اعفق عن مسیهم))

''انصار میری رگوں کی طرح ہیں (یعنی یہ میرے اعتماد کے لوگ ہیں)۔ لوگ تعداد میں بڑھتے رہیں گے جبکہ انصار گھٹتے جائیں گے۔ پس انصار سے قبول کرو جو اچھے اعمال وہ کریں اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرو۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا:

((لا یبغض الانصار رجل یؤمن با اللّٰہ والیوم الآخر))

''ایسا کوئی شخص نہیں جو اللہ اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہو اور وہ انصار سے نفرت کرے۔''

بخاری نے امر بن مرّہ سے روایت کیا، جو کہتے ہیں:

((سمعت ابا حمزہ، رجلا من الانصار، قالت الانصار: ان لکل قوم اتباعا و انا قد تبعناك، فادع اللّٰہ ان یجعل اتباعنا منا، قال النبی ﷺ: اللهم اجعل اتباعهم منهم))

''میں نے ابو حمزہ، جو کہ ایک انصاری تھے، کو یہ بیان کرتے سنا: ''انصار نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ہر قوم کی اتباع کرنے والے ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی اتباع کی، پس یا رسول اللہ ﷺ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ جو لوگ ہماری اتباع کریں انہیں ہمارا حصہ بنا دے، رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''یا اللہ ان کی اتباع کرنے والوں کو انہی کا حصہ بنا۔''

اور حنین کے موقع پر غنائم کی تقسیم پر پیش آنے والا انتہائی پُر اثر واقعہ اس کے علاوہ ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((افلا ترضون یا معشر الانصار ان یذهب الناس بالشاة والبعیر و ترجعون

برسول الله ﷺ فی رحالکم، فوالذی نفس محمد بیده، لولا الهجرة لکنت امرا من الانصار، ولو سلك الناس شعبا و سلکت الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار، اللهم ارحم الانصار، و ابناء الانصار، و ابناء ابناء الانصار))

''... اے انصار کیا تم اس سے خوش نہیں کہ دوسرے تو بھیڑ اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ؛ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر ہجرت نہ لکھی ہوتی، تو میں انصار میں سے ہوتا۔ اور اگر تمام لوگ ایک وادی کی جانب جائیں اور انصار دوسری وادی کی جانب جائیں، تو میں انصار کی وادی کی جانب جاؤں گا۔ یا اللہ انصار پر رحم فرما، اور ان کی اولاد پر رحم فرما اور ان کی اولاد کی اولاد پر۔'' (امام احمد نے ابو سعید حذری سے اس حدیث کو روایت کیا)

اس سے بڑھ کر کیا تعریف ہوسکتی ہے کہ انصار کی محبت مؤمن ہونے کی، اور ان سے نفرت نفاق کی نشانی گردانی جائے؟ اور اس سے بڑھ کر کیا مرتبہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو تمام لوگوں میں سب سے عزیز گردانا، انصار رسول اللہ ﷺ کے چنے ہوئے لوگ اور قرابت دار ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہوسکتا ہے کہ انصار کی اولاد اور آئندہ نسلوں کی بخشش فرما دی گئی؟ نہ صرف یہ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیروی کرنے والوں اور ساتھیوں کو انصار ہی کا حصہ قرار دیا۔ اور اس سے بڑھ کر کون سا فضل ہوسکتا ہے کہ اللہ ذوالجلال کا عرش انصار کے سردار، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، کے انتقال پر ہل گیا۔ جو حقیقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا رسول اللہ ﷺ کو نُصرۃ دینا ہے۔ بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، جو کہتے ہیں:

((سمعت النبی ﷺ یقول: اهتز العرش لموت سعد بن معاذ))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''سعد بن معاذ کی موت پر (اللہ کا) عرش ہل گیا ہے۔''

یہ سب انصار کے امتیازی فضائل ہیں جن میں سوائے مہاجرین کے کوئی ان کا ہم پلہ

نہیں۔ تو آج کے انصار کہاں ہیں؟ کہ ان کے لیے موقع ہے کہ وہ اولین انصار کی مثل بن جائیں۔ کیونکہ نصرۃ دینے کے موقع کا دروازہ صدیوں تک بند رہنے کے بعد اب پھر کھل گیا ہے۔ رحمتیں، برکتیں اور نوید ہو ان لوگوں کیلئے جو آج اسلامی ریاستِ خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے نصرۃ دیں گے۔ واللہ اعلم کہ ایک بار پھر جب یہ دروازے بند ہو جائیں گے تو شائد پھر کبھی نہ کھلیں!!!

یہ اہل قوت و نصرت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کا ادراک کریں کہ اسلامی ریاست آج سے پہلے صرف ایک بار قائم ہوئی تھی اور پھر 1924ء میں برطانیہ نے اپنے ایجنٹ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ذریعے اسے ختم کر دیا، جس کے بعد سے امتِ مسلمہ اسلامی ریاست کے سائے کے بغیر زندگی گزار رہی ہے۔ اسلئے اس شخص کی عظمت جو اس ریاستِ خلافت کو دوبارہ قائم کرے، اسی کی طرح ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو حفاظت اور نصرۃ مہیا کی تھی۔

یہ مسلمانوں میں ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو قوت کا حامل ہو کہ وہ ان شخصیات کی زندگیوں کا مطالعہ کرے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔

اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ:

اُسید کے والد حضیر الکتائب قبیلہ اوس کے سردار، عربوں کے سینئر رہنما اور دورِ جاہلیت میں ایک پر جوش جنگجو تھے۔ اُسید رضی اللہ عنہ نے مقام و مرتبہ، بہادری، اور دیگر خواص اپنے والد سے ورثے میں حاصل کیے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل اسید رضی اللہ عنہ مدینہ کے ایک سردار اور عربوں میں شرفاء کا درجہ رکھتے تھے۔ انہیں نیزہ بازی میں کمال حاصل تھا۔ جب انھوں نے اسلام قبول کیا اور راہِ راست کی طرف ان کی راہنمائی ہوئی تو ان کا مقام و مرتبہ جانا پہچانا تھا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے انصار اور قبولِ اسلام میں سبقت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ انھوں نے اسلام کی قبولیت میں کسی قسم کی پس و پیش سے کام نہ لیا اور ان کا اسلام لانا پہلے دن سے حتمی و راسخ تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی پہلی بیعت کے بعد مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ انصار کے ان مسلمانوں کو اسلام سکھائیں، جنہوں نے عقبہ میں آپ سے پہلی بیعت کی تھی، اور اُن میں اسلامی طرزِ فکر کی بنا ڈالی جائے، اور مدینہ کے دیگر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ تو واقعہ یوں ہوا کہ اُسید اور سعد بن معاذ، دونوں سردار اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں اس نئے دین اسلام کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے جو کہ مکہ سے ان کے علاقے میں آیا ہوا تھا اور اُنہیں ایسے اُمور کی دعوت دے رہا تھا، جو اُن کے لیے اجنبی تھے۔ پس سعد نے اسید سے کہا: جاؤ اور اس شخص (مصعب رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور اس سے اس معاملے کے بارے میں پوچھو۔'' اسید نے اپنا نیزہ اٹھایا اور مصعب رضی اللہ عنہ کی جانب چل پڑے جو کہ اسعد ابن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان کے طور پر تشریف فرما تھے۔ اسعد ابن زرارہ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ کے ایک سردار تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے۔ اُسید نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ مصعب رضی اللہ عنہ کے کلام کو انتہائی توجہ سے سن رہا ہے، جو کہ انھیں اسلام کی جانب دعوت دے رہے تھے۔ اسید نے ان لوگوں کو اپنی غصیلی گفتگو سے چونکا دیا۔

مصعب رضی اللہ عنہ نے اسید سے کہا: تشریف رکھیں اور سنیں... اگر آپ کو یہ باتیں پسند آ جائیں تو قبول کر لیجئے اور اگر پسند نہ آئیں تو رہنے دیں۔ اسید کھلے دل و دماغ اور دانا سوچ کے مالک تھے اور اپنے لوگوں میں 'الکامل' کے نام سے مشہور تھے۔ اور یہ خطاب 'الکامل''، یعنی مکمل انہیں اپنے والد سے وراثت میں ملا تھا۔ جب اسید نے دیکھا کہ مصعب رضی اللہ عنہ اس کی عقل و دانش کو خطاب کر رہے ہیں تو آپ نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑا اور بیٹھ گئے اور مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا ''... یہ انصاف کی بات ہے، بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟''

مصعب رضی اللہ عنہ نے قرآن کا ایک حصہ اسید کے لیے تلاوت کیا اور اس نئے دین کی دعوت کی وضاحت کی، اور اس دینِ حق کی طرف بلایا، جس کو پھیلانے اور سر بلند کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے مصعب کو حکم دیا تھا۔ اس محفل میں موجود لوگوں نے بعد میں اس واقعے کو یوں روایت کیا:

اللہ کی قسم! ان کے بولنے سے پہلے ہی ہم ان کے چہرے پر اسلام کو پہچان رہے تھے ... وہ چمک جو ان کے چہرے پر جھلک رہی تھی!

مصعب نے ابھی اپنی بات ختم بھی نہیں کی تھی کہ اسید بے ساختہ بول اٹھے: واہ کیا خوبصورت راستہ ہے یہ۔ جب کوئی یہ دین قبول کرتا ہے تو وہ کیا طریقہ کار اختیار کرتا ہے؟ مصعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ اپنے جسم اور لباس کی طہارت کے بعد حق کی شہادت دیتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے...۔

اسید رضی اللہ عنہ ایک مستقل مزاج اور استقامت پر مبنی شخصیت کے مالک تھے۔ ایک ایسی خالص شخصیت کہ جب وہ کسی امر کے قائل ہو جاتے تو پھر کوئی چیز ان کے عزم کو ہلا نہیں سکتی تھی۔ پس انہوں نے کسی توقف اور تاخیر کے بغیر دینِ اسلام کو قبول کر لیا۔ انھوں نے طہارت حاصل کرنے کے بعد اللہ کی عبادت کی، اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا اور اپنے دورِ جاہلیت اور بت پرستی کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔ اب انھیں سعد بن معاذ کے پاس جانا تھا اور ان کو اس مشن کے بارے میں رپورٹ کرنا تھا جس کیلئے سعد نے ان کو بھیجا تھا، یعنی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹنا اور ان کے علاقے سے نکالنا۔ جب وہ سعد کی طرف واپس گئے تو سعد نے اپنے گرد لوگوں سے کہا: واللہ! اسید جن تاثرات کے ساتھ آ رہا ہے یہ اس سے مختلف ہے جس کے ساتھ وہ گیا تھا۔''

بے شک اسید رضی اللہ عنہ جاتے وقت غصے، دشمنی اور تلخی کے جذبات کے ساتھ گئے تھے اور جب وہ واپس لوٹے تو اطمینان، رحمت اور آگہی سے لبریز تھے۔ اسید رضی اللہ عنہ نے اپنی عقلمندی کا اچھا استعمال کرنے کا فیصلہ کیا، وہ جانتے تھے کہ سعد اخلاص، عزم، استقامت اور عادلانہ سوچ میں ان کے ہم مثل ہیں۔

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر سعد وہ سب کچھ سن لے جو اس نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سے سن لیا ہے، تو سعد اور اسلام کے بیچ کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔

لیکن وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ اگر انہوں نے سعد کے سامنے اپنے اسلام کا ذکر کر دیا تو یہ ایسے ٹکراؤ کا باعث ہوسکتا ہے کہ جس کے نتائج غیر یقینی ہوں گے۔ اسلئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ سعد کے جوش کو مزید ہوا دیں گے تا کہ سعد بھی وہاں چلے جائیں جہاں وہ گئے تھے اور وہی کچھ دیکھیں اور سنیں جو انہوں نے دیکھا اور سنا تھا۔

اب سوال یہ تھا کہ یہ کیسے کیا جائے؟ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ میں اسعد ابن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مہمان تھے جو کہ سعد بن معاذ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ پس اسید رضی اللہ عنہ نے سعد سے کہا: ''میں نے سنا ہے کہ بنی حارثہ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے کی نیت سے آئے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد ہے...'' پس سعد غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے، اپنی تلوار اٹھائی اور تیزی کے ساتھ ادھر گئے جہاں مصعب رضی اللہ عنہ، اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جب سعد کو آتے دیکھا تو مصعب سے کہا: آپ کے پاس ایسا سردار آ رہا ہے کہ جس کی قوم اس کے پیچھے چلتی ہے، اگر اس نے آپ کی بات مان لی تو اس کی پوری قوم اس کی پیروی کرے گی۔

جب سعد بن معاذ قریب پہنچے تو انہوں نے وہاں کوئی ہلچل اور شور وغوغا نہ دیکھا اور لوگ وہاں انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور لوگ انتہائی توجہ اور انہماک سے تلاوت کو سن رہے تھے۔ پس وہ جان گئے کہ یہ دراصل اسید بن حضیر کی چال تھی تا کہ وہ سفیرِ اسلام مصعب کی گفتگو سن سکیں۔ اسید کی اپنے دوست کے بارے میں فہم و فراست درست ثابت ہوئی اور سعد نے ابھی چند الفاظ ہی سنے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کا سینہ اسلام کے نور کیلئے کھول دیا... سعد نے جلد ہی اولین مسلمانوں میں نمایاں مقام حاصل کرلیا۔

اسید رضی اللہ عنہ کا دل استقامت اور اسلام کی روشنی سے منور تھا۔ ایمان کی طاقت نے ان

میں صبر، فراست اور قوتِ فیصلہ کی خوبیاں نکھار دی تھیں۔ غزوہ بنی مصطلق کے دوران جب منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی طیش میں آ گیا اور اپنے اردگرد موجود مدینہ کے لوگوں سے کہا: تم لوگوں نے اپنا شہر اِن مسلمانوں کے حوالے کر دیا ہے اور تم لوگوں نے ان میں اپنی دولت بانٹ دی ہے... تمہارے ہاتھ میں جو کچھ ہے اگر تم انہیں یہ دینا بند کر دو تو یہ یہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے... بہرحال، اللہ کی قسم جب ہم مدینہ پہنچیں گے، تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ ایک صحابی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے جب زہر آلود اور منافقت پر مبنی یہ الفاظ سنے، تو انہوں نے اپنے فرض کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو اس سے آگاہ کر دیا۔ نبی ﷺ کو یہ سن کر انتہائی تکلیف پہنچی۔ جب اسید رضی اللہ عنہ نبی سے ملے تو نبی ﷺ نے پوچھا:

((اوما بلغك ما قال صاحبكم؟ قال اسيد: و اى صاحب يا رسول اللّٰه؟ قال الرسول: عبد اللّٰه بن ابى!! قال اسيد: و ماذا قال؟ قال الرسول: زعم انه ان رجع الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل. قال اسيد: فانت و اللّٰه، يا رسول اللّٰه، تخرجه منها ان شاء اللّٰه .هو واللّٰه الذليل، و انت العزيز. ثم قال اسيد: يا رسول اللّٰه ارفق به، فواللّٰه لقد جاء نا اللّٰه بك، و ان قومه لينظمون له الخزر ليتوجوه على المدينة ملكا، فهو يرى ان الاسلام قد سلبه ملكا))

"کیا تم نے اپنے ساتھی کے الفاظ سنے ہیں؟ اسید نے کہا: یارسول اللہ! کس ساتھی کی بات کر رہے ہیں؟ نبی نے جواب دیا: عبداللہ بن ابی۔ اسیدؓ نے پوچھا: اس نے کیا کہا ہے؟ نبی نے جواب دیا: وہ کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ اسید نے کہا: انشاءاللہ، یارسول اللہ، یہ آپ ہونگے جو اسے نکال باہر کریں گے۔ بے شک آپ عزت والے ہیں اور اللہ کی قسم! وہ ذلت والا ہے۔ مزید کہا: یارسول اللہ! اسے چھوڑ دیں، جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ہمارے پاس بھیجا تو اس وقت مدینہ کے لوگ اس کیلئے تاج تیار کر کے اسے بادشاہ بنانے والے تھے، پس وہ یہ سوچتا ہے کہ اسلام نے آ کر اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔"

معاملات کی اس طرح کی گہری، واضح اور متوازن سمجھ کے باعث اسید رضی اللہ عنہ نازک معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کر لیا کرتے تھے۔ وہ جب بھی کسی مسئلے کا سامنا کرتے تو تمام عوامل کو زیر غور لا کر معاملے کو سلجھاتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے موقع پر سقیفہ بنی ساعدہ میں، جب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں انصار کے ایک گروہ نے یہ اعلان کر دیا کہ خلافت انصار کا حق ہے اور یہ امر طول پکڑ گیا اور کچھ گرما گرمی پیدا ہوگئی۔ تو اس نازک موقع پر اسید رضی اللہ عنہ، جو کہ خود بھی ایک انصاری تھے، کے انتہائی زبردست اور غیر متزلزل موقف نے اس مسئلے کا حتمی طور پر خاتمہ کر دیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور اپنے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی مہاجرین میں سے تھے، اس لیے ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے۔ اور ہم نبی ﷺ کے انصار اور محافظ تھے۔ پس آج ہم ان کے خلیفہ کے بھی انصار اور محافظ ہونگے...''۔ اسید رضی اللہ عنہ کے الفاظ نے گفتگو کی سمت متعین کر دی اور تنے ہوئے اعصاب کی شدت کم کر دی، اور گرم روئی کا خاتمہ ہو گیا۔

پوری زندگی اسید رضی اللہ عنہ اللہ کے سچے اور تابعدار بندوں کی طرح جئے۔ ان کی زندگی قناعت، اطمینان اور صبر وشکر کی تصویر تھی۔ ان کی زندگی اور مال واسباب نیک مقصد میں خرچ ہوئے اور اس جدوجہد میں ان کی زندگی بیت گئی کہ وہ حوض کوثر پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کریں گے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا؛

((اصبروا. حتی تلقونی علی الحوض))

''پس صبر کرو! یہاں تک کہ تم حوض کوثر پر مجھ سے ملو۔''

اسید رضی اللہ عنہ اپنے دوستوں سے محبت کرتے تھے اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔ وہ قرآن کے زبردست قاری تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی قرات سننے کے لیے انتہائی مشتاق رہتے تھے۔

یہ دل کو لبھانے والی، اللہ کے خوف سے بھرپور آواز ہی تھی کہ جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس آواز کو سننے کیلئے فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں۔ اُسید شعبان بیس ہجری کو خالقِ کائنات سے جا ملے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے کندھوں پر ان کا جنازہ اٹھایا اور انہیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا۔ صحابہؓ نے ایک آخری بار اس عظیم مؤمن کا دیدار کیا اور مدینہ لوٹ گئے اور ان کے فضائل اور اسید کے بارے میں نبی ﷺ کے اس ارشاد کو یاد کرتے رہے، جب آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿نعم الرجل اسید بن حضیر﴾ ''کیا ہی اعلیٰ شخص ہیں اسید ابن حضیر''!!

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ:

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی عبد الاشہل کے سردار تھے۔

بدر کے موقع پر قریش کا سامنا کرنے سے قبل جب رسول اللہ ﷺ نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کیا تو یہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہی تھے کہ جن کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا اور انہوں نے نبی ﷺ سے کہا تھا:

((لقد آمنابك و صدقناك وشهدنا ان ما جئت به هو الحق، واعطينا ك على ذلك عهودنا و مواثيقنا على السمع والطاعة لك، فامض يا رسول الله لما اردت فنحن معك، فوالذى بعثك بالحق لو استعرضت بنا البحر فخضته لخضناه معك ما تخلف منا رجل واحد، وما نكره ان تلقى بنا عدونا غدا، انا لصبر فى الحرب، صدق عند اللقاء، لعل الله يريك منا ما تقر له عينك، فسر على بركة الله))

''(یارسول اللہ) بے شک ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ لائے اس کے حق ہونے کی گواہی دی، اور اس پر ہم نے آپ کو سمع واطاعت (سننے اور اطاعت کرنے) کی بیعت دی۔ پس آپ فیصلہ کریں (جس جانب آپ کا دل کرے) اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، اگر آپ ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے، تو ہم میں سے ایک بھی نہیں جھجکے گا۔ ہمیں کل دشمن کا سامنا کرنے سے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں، ہم اپنی اس جنگ میں ڈٹ کر کھڑے ہونگے، اور اللہ (ہمارے ہاتھوں) آپ کو وہ دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ پس اے اللہ کے رسول! اللہ کی برکت کی طرف قدم بڑھائیں۔''

ایک اور روایت میں ہے:

((لعلك ان تكون قد خرجت لامر و احدث اللّٰه اليك غيره، فانظر الذى احدث الله اليك فامض، فص حبال من شئت، و اقطع حبا؛ من شئت ،و ما اخذت منا كان احب الينا مما تركت))

''(یارسول اللہ!) آپ جس جانب بڑھنا چاہیں بڑھیں، جس سے تعلق رکھنا چاہیں رکھیں اور جن سے کاٹنا چاہیں کاٹیں، ہمارے اموال میں سے جو آپ کو پسند ہو وہ لیں اور جو آپ کی مرضی ہو وہ ہمیں دیں۔ اور جو کچھ آپ ہمارے مال میں سے لیں گے، اس مال کا لینا ہمیں زیادہ عزیز ہوگا اس سے جو آپ ہمارے لئے چھوڑ دیں گے۔''

یہ سعد رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کے بارے میں لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

((ما حملنا يا رسول اللّٰه ميتا اخف علينا منه))

''ہم نے اس سے پہلے اس سے ہلکی میت کبھی نہیں اٹھائی''

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

((ما يمنعه ان يخف و قد هبط من الملائكة كذا و كذا لم يهبطوا قط قبل يومه قد حملو معكم))

''یہ میت اس وجہ سے اتنی ہلکی ہے کہ کثرت کے ساتھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اورانھوں نے تمہارے ساتھ اس میت کو اٹھا رکھا تھا۔ یہ فرشتے اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوئے۔'' (ابنِ سعد نے طبقات میں اسے روایت کیا ہے)

سعد رضی اللہ عنہ کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کے وصال پر جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع دی:

((من هذا العبد الصالح الذی مات؟ فتحت له ابواب السماء و تحرك له العرش))

''یہ کون صالح بندہ تھا جس کا وصال ہوا؟ آسمانوں کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے گئے اور اللہ کا عرش ہل گیا۔'' (یہ امام حاکم کی روایت ہے اور امام ذہبی نے اسے درست قرار دیا ہے)

علاوہ ازیں امام احمد بن حنبل نے مستند راویوں سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((هذا العبد الصالح الذی تحرك له العرش و فتحت له ابواب السماء و شهده سبعون الفا من الملائكة لم ینزلوا الی الارض قبل ذلک، لقد ضم ضمة ثم اخرج عنه))

''اس صالح بندے (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے، اور اللہ کا عرش ہل گیا، سعد کیلئے 70 ہزار فرشتے اترے، جو اس سے قبل زمین پر کبھی نازل نہیں ہوئے، (جنہوں نے) اس کی تدفین میں شرکت کی اور چلے گئے۔''

یہ تھا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مقام جن پر اللہ کی برکتیں نازل ہوئیں۔ اسماء بنت یزید سکن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ...جب سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اور ان کی والدہ رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے ان سے کہا:

**((لیرقا (لینقطع) دمعك، و یذهب حزنك، فان ابنك اول من ضحك الله له واهتز

له العرش))

''تمہارے آنسو تھم جائیں گے اور تمہارا غم ہلکا ہو جائے گا، اگر تم یہ جان لو کہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کیلئے اللہ مسکرایا اور اللہ کا عرش ہل گیا۔'' (طبرانی)

یہ ہے اس شخص کا مرتبہ جس نے اسلامی ریاست کے قیام کیلئے رسول اللہ ﷺ کو نصرۃ فراہم کی تھی۔ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آج اس کیلئے بھی اسی طرح نازل ہوں گی جو اس دین کو ایسے وقت نصرۃ فراہم کرے گا جب اس دین کو کفر نے ہر جانب سے گھیرا ہوا ہے اور دنیا بھر کی قومیں اس کے خلاف مجتمع ہو چکی ہیں۔

اس کے برعکس اگر ایک شخص قوت رکھنے کے باوجود اللہ کے اس دین کی مدد و نصرت کی اس ذمہ داری کو نظر انداز کرے گا تو اس کا فوجی عہدہ اور تمغے اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔ ہر فوجی آفیسر کو یہ جان لینا چاہیئے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آخری شخص نہیں تھے اور ایسا نہیں کہ اب کوئی شخص نہیں اٹھے گا جو دین کو مدد و نصرت دے... بلکہ ہر مسلمان آفیسر کو اس بات کا ادارک کرنا چاہیئے کہ وہ اسی پوزیشن میں ہے کہ وہ سعد ہی کی مانند مدد و نصرت دے سکتا ہے۔ نصرۃ کی پکار ہر مسلمان فوجی آفیسر کیلئے بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ یہ سعد رضی اللہ عنہ کیلئے اس وقت تھی۔

نصرۃ کے حصول کی تیاری:

بے شک نصرۃ، اور امت کو اقتدار و اختیار ملنا اللہ کی جانب سے اپنے عبادت گزار مؤمنین کیلئے ایک رحمت کا آغاز اور صابرین کیلئے ایک عظیم انعام کی صورت ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ

الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾

''اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں کمزور (اور مظلوم) تھے کہ ان کو حاکم بنا دیں اور انہی کو وارث بنا دیں اور زمین میں ان کا اقتدار قائم کر دیں اور ان سے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھلا دیں جس کا انھیں ڈر تھا'' [سورۃ القصص:6-5]

یہ اللہ کی عائد کردہ امانت کا بار اٹھانے کا آغاز ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ﴾

''اور ہم نے ان کو امام (لیڈر) بنا دیا جو ہمارے احکامات کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔'' [سورۃ الانبیا:73]

امام شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں: ''امام سے مراد ہے، خیر کی راہ پر چلنے والا اور اس کی طرف بلانے والا لیڈر، اور جو لوگوں کے امور پر والی (گورنر) ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کردہ احکامات کے نفاذ کا حکم دیا اور نبوت ورسالت کے اختتام کے بعد اب نبی ﷺ کے خلفاء اس بار کو اٹھائیں گے، جو نبوت کی میراث ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ﴾

''اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح اعمال کیئے کہ وہ انہیں زمین میں موجودہ حکمرانوں کی جگہ حکمرانی عطا کرے گا، جیسا کہ اللہ نے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی، اللہ ان کیلئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر جما دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کر لیا ہے۔ اور ان کے موجودہ خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد کفر کریں تو ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔'' [سورۃ النور:55]

اور فرمایا:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾

''اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کیجئے اور خواہش نفس کی پیروی مت کیجئے گا کہ وہ آپ کو راہِ حق سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کیلئے سخت سزا ہے کیونکہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے ہیں۔'' [سورۃ ص:26]

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیا، کلما هلك نبی خلفه نبی، و انه لا نبی بعدی، و ستکون خلفاء...))

''بنی اسرائیل کی سیاست (حکومت) انبیا کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، بلکہ میرے بعد خلفاء ہونگے...'' (مسلم)

پس نبی ﷺ کے بعد امت کے امور کی دیکھ بھال خلیفہ کی ذمہ داری ہے جو اسلامی ریاست کا حکمران ہوتا ہے اور اسے اسلام کو نافذ کرنے اور اسے پوری دنیا تک لے کر جانے کے لیے اقتدار سونپا جاتا ہے۔

تاہم ایسے اقتدار کے قیام کی کوشش میں اللہ کی مدد و نصرت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ شرائط عائد کی ہیں۔ ان شرائط کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرما دیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

اول: اللہ پر سچا اور مضبوط ایمان: اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾

''یقیناً ہم ضرور اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔'' [سورۃ الغافر: 51]

اور فرمایا:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں'' [سورۃ الروم: 47]

دوئم: وہ صالح اعمال جو سچے، مضبوط اور خالص ایمان سے جنم لیں: صالح اعمال عقل و قلب میں سچے اور خالص ایمان کے پیوست ہو جانے کی نشانی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی دین کے نفاذ کے لیے اقتدار کے حصول کی شرط ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾

''اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح اعمال

کئے کہ وہ انھیں زمین میں (موجودہ حکمرانوں کی جگہ) حکمرانی عطا کرے گا۔" [سورۃ النور: 55]

سوئم: آزمائشوں اور امتحان میں کامیابی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

"پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، وہ ہلا دیے گئے، حتیٰ کہ اس وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان پکار اٹھے: یا اللہ کب تیری مدد آئے گی؟ بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔" [البقرہ: 214]

امام احمد نے مصعب بن سعید سے روایت کیا ہے، جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

((قلت: يا رسول الله، اى الناس اشد بلاء؟ قال: الأنبياء ثم الصالحون ثم الأمثل فالأمثل من الناس يبتلى الرجل على حسب دينه فإن كان في دينه صلابةٌ زيد في بلائه وإن كان في دينه رقةٌ خفف عنه وما يزال البلاء بالعبد حتى يمشي على ظهر الأرض ليس عليه خطيئة))

"میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ، کون سے لوگ سب سے زیادہ آزمائشوں میں ڈالے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: انبیاء، پھر وہ جو اُن کے قریب ہو، پھر وہ جو اُن کے قریب ہو۔ ایک انسان کو اس کے دین کی مضبوطی کے لحاظ سے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اگر اس کا دین مضبوط ہے تو اس کو شدید آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، اور اگر دین کمزور ہو تو اس کے حساب سے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ آزمائش جاری رہتی ہے تا آنکہ انسان زمین پر اس حالت میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہوتا ہے"

حق کے راستے پر صبر اور استقامت ان آزمائشوں میں کامیابی کی نشانی ہے یعنی بندہ نہ دعوتِ حق سے متزلزل ہو، نہ لڑکھڑائے، نہ ڈانواں ڈول ہو، نہ تذبذب کا شکار ہو، نہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلے اور نہ ہی دنیاوی آسائشیں اسے اندھا بنائیں۔ اگر ایک مسلمان گروہ آزمائشوں اور تکالیف پر اپنے ایمان اور نیک اعمال کے باعث استقامت دکھائے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ دنیا میں اسے اقتدار سے نوازتے ہیں اور آخرت میں جنت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب اور ان اذیتوں پر جو انہیں پہنچائی گئیں، انھوں نے صبر کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آ پہنچی، اور کوئی بھی نہیں جو اللہ کے کلام (فیصلوں) کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہوں، اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تم تک پہنچ ہی چکی ہیں۔'' [سورۃ الانعام:34]

چہارم: نصرۃ اور اتھارٹی کے حصول کے لیے دعوت کا آغاز تربیتی مرحلے سے کرنا لازمی ہے۔ یہ مرحلہ نصرۃ کے ذریعے حکمرانی قائم کرنے سے قبل ہے۔ تربیتی ماحول کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں اور متحرک نوجوانوں کے ایک ایسے مجموعے کو تیار کیا جائے، جو اس دعوت کے حامل ہوں اور وہ اس دعوت کو اس طرح معاشرے میں لے کر جائیں کہ دعوت کے افکار معاشرے میں غالب آ جائیں اور وہ ایک ممتاز مقام حاصل کر لیں۔ یوں اس دعوت کے حق میں معاشرے میں رائے عامہ قائم ہو جائے، جس میں سرِ فہرست یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے قیام کے ذریعے زندگی کے ہر پہلو میں اسلام کے ہمہ گیر اور انقلابی نفاذ کیلئے معاشرہ تیار ہو جائے۔ یہ انتہائی اہم ہے کہ معاشرے کی رائے عامہ کا ماخذ فہم اور ادراک ہو یعنی معاشرے میں رائے عامہ دعوتی افکار کی عمومی آگاہی کی بنیاد پر ہو نہ کہ صرف جذبات کی بنیاد پر، کیونکہ جذبات جس طرح تیزی کے ساتھ اوپر چڑھتے ہیں اسی طرح تیزی کے ساتھ نیچے اترتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اتھارٹی کے حصول کے لیے مدینہ

کے سرداروں سے نصرۃ طلب کرنے سے قبل مدینہ میں اس عمل کی تکمیل کی اور اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ روانہ کیا جنھوں نے مدینہ میں ماحول سازگار بنانے، رائے عامہ تیار کرنے اور لوگوں کو اس دعوت کی خاطر کھڑے ہونے کے لیے تیار کرنے کا کام سرانجام دیا۔

بے شک حاملینِ دعوت کا مشاہدہ کرنے والا اس بات کو دیکھ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ کی جانب سے نصرۃ ملنے کے لوازمات موجود ہیں۔ حاملینِ دعوت کا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ اللہ ہی ان کا رب ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ کفر پر مبنی نظام کے بیچوں بیچ ایمان پر قائم رہے، اور انہوں نے ہر ظلم، جبر، سزا، تکلیف اور شر کہ جس کا الفاظ میں بیان ممکن نہیں، پر استقامت دکھائی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ راستہ بدلا، نہ اپنے عزم میں کمزور ہوئے، اور نہ ہی انہوں نے کسی اور جانب منہ موڑا۔ وہ پچھلے انبیاء کے انصار کی طرح مستقیم رہے، عیسیٰ علیہ السلام کے انصار کی مانند جنہیں آروں سے چیرا گیا، موسیٰ کے اصحاب کی مانند، کہ فرعون جن کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور عورتوں کو چھوڑ دیتا یا اصحاب الاخدود کی طرح جو جلتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیئے گئے، یا نبی ﷺ کے صحابہ بلال رضی اللہ عنہ، خباب رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ، یاسر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کی مانند، پس ان پر بھی مشکلات اور آزمائشیں آئیں، انہیں جیلوں میں ڈالا گیا، ان کو ان کے دین سے ورغلانے کی سرتوڑ کوشش کی گئی، انہیں پھانسیوں پر چڑھایا گیا، کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر مارا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا، ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا، عہدوں کا لالچ دیا گیا، مگر انہوں نے دین کی دعوت کو نہ تو چھوڑا اور نہ ہی ان کے پایۂ ثبات میں لغزش آئی۔

بے شک اس امت کے بے شمار مسلمانوں میں سچا ایمان موجود ہے اور ان کے دل تقویٰ سے لبریز ہیں اور ان کے صالح اعمال ان کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔ یہ امت میں موجود خیر ہی ہے کہ استعماری کافر ممالک اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو سرنگوں نہیں کر سکے اور انہیں افغانستان، عراق، فلسطین ہر جگہ پر شدید مزاحمت کا سامنا ہے۔ یہ امت میں موجود

خیر ہی ہے کہ اسلام کو بدنما بنا کر پیش کرنے کی تمام تر کوششوں اور ایجنٹ حکمرانوں کی طرف سے کھڑی کی گئی تمام تر رکاوٹوں کے باوجود امت اسلام کی طرف لپک رہی ہے اور امت میں اسلام کو نافذ کرنے اور اسے پوری دنیا تک پھیلانے کی خواہش روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

بے شک ریاستِ خلافت کے ذریعے اسلام کو نافذ کرنے کی دعوت کثرت سے پھیل رہی ہے، لوگوں کے دلوں میں گھر بنا رہی ہے، کفریہ افکار کو مسمار کر رہی ہے، امت کو اسلام کے خالص افکار کی کٹھالی میں پگھلا رہی ہے، اور امت کو اسلام کی حکمرانی کے سورج کے استقبال کے لیے تیار کر رہی ہے۔ اس دعوت کی جڑیں امت میں مضبوطی سے پیوست ہو چکی ہیں۔ اور انشاء اللہ رب العلمین کی رحمت اب زیادہ دور نہیں۔ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں کہ جب اللہ کے اذن سے نصرۃ ظاہر ہوگی جیسا کہ مدینہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کیلئے اس کا ظہور ہوا تھا۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ جلد نبوت کے نقشِ قدم پر دوبارہ خلافتِ راشدہ عطا کرے۔ جو اس زمین کے باسیوں کے لیے اطمینان کا پیغام ہوگی، اور زمین و آسمان کے خالق کی رضا کے حصول کا سبب ہوگی۔ اور اس کے قیام پر مومنین خوشیاں منائیں گے۔

﴿ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾

”اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور وہ دن وہ ہوگا جب مؤمنین اللہ کی مدد پر خوشیاں منائیں گے۔ اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے، اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“ [سورۃ الروم: 4-7]

نصرۃ: باریک بینی سے منصوبہ بندی اور جرأت سے تکمیل:

نصرۃ ربِ کائنات کا حکم ہے اور نصرۃ دینا مسلمانوں میں موجود اہلِ قوت پر فرض ہے اور اسے پورا نہ کرنے پر وہ گناہ گار ہوں گے اور بیشک یہ ایک عظیم گناہ ہے۔ اہلِ قوت کی دو ذمہ داریاں ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ موجودہ حکمرانوں سے طاقت اور اتھارٹی چھین لیں، جو لوگوں پر ''بما انزل اللّٰہ'' (اللہ کے نازل کردہ تمام احکامات) سے حکومت نہیں کر رہے ہیں، خواہ انھیں یہ اتھارٹی بزورِ قوت چھیننا پڑے۔ اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس طاقت اور اقتدار کو ان کے حوالے کریں جو ''بما انزل اللہ'' کے مطابق اتھارٹی قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

یہ کام انتہائی تفصیل، باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ منصوبہ بندی اور بے مثال جرأت، بہادری اور جدت کا تقاضا کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں نصرۃ دینے والے اہلِ قوت اور امت میں کام کرنے والی حزب کے مابین انتہائی اعلیٰ درجے کا تعاون اور ہم آہنگی درکار ہے۔ اس امر کیلئے یہ لازم ہے کہ امت میں کام کرنے والی حزب نے اسلامی ریاست کے قیام کیلئے وہ تمام تیاریاں مکمل کر لی ہوں جو آج اسلامی ریاست کے دوبارہ قیام کیلئے درکار ہیں۔ مثال کے طور پر پختہ ایمان رکھنے والے صالح افراد پر مبنی اسلامی آئیڈیالوجی کی حامل مربوط جماعت کی تیاری، اسلامی ریاست کیلئے رائے عامہ کی موجودگی نیز عالمی صورتِ حال کی آگاہی رکھنے والے سیاسی بصیرت کے حامل سیاستدانوں (statesmen) کی موجودگی جو اسلامی افکار و نظریات کی سمجھ میں گہرائی رکھتے ہوں۔

یہاں پر ہمیں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کے واقعہ کو یاد کرنا چاہیئے کہ کس طرح نبی ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے لیے ہجرت کی محتاط منصوبہ بندی فرمائی تھی۔

نبی ﷺ نے ایک منصوبہ اختیار کیا جسے عملی جامہ پہنچانے کے لیے آپ نے مختلف وسائل اور ذرائع کو انتہائی دانشمندی سے استعمال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام عوامل پر انتہائی گہرائی سے غور کیا اور اپنے منصوبے اور اس کی تکمیل میں کسی کوتاہی یا کمزوری کی گنجائش نہ رکھی۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کامل ایمان کے ساتھ، کسی شک وشبہ کے بغیر، صرف اللہ پر توکل کیا، کہ صرف اللہ کی ذات ہی بھروسے کے لائق ہے اور اس نے اپنے نبی سے نصرۃ کا وعدہ کر رکھا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اللہ سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے وحی لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور قریش کی جانب سے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ اب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر جائیں اور کہا:

((لا تبت الليلة على فراشك الذى كنت تبيت عليه))

''اپنے اس بستر پر آج نہ سوئیں جس پر آپ روز آرام کرتے ہیں''

رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور آپ مسلح تھے۔ آپ ﷺ آرام کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے جس وقت کوئی دوسرے کے گھر نہیں جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا اور ان کے درمیان ہجرت کے نہج اور طریقہ کار پر اتفاق ہوا۔ پس آپ ﷺ گھر واپس آئے اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ دوسری جانب قریش کے مجرم سرداروں نے یہ منصوبہ بندی کر رکھی تھی کہ اس رات وہ (نعوذ باللہ) محمد کو قتل کر دیں اور یوں ان کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے۔ پس انہوں نے اپنے گیارہ سرداروں کا انتخاب کیا اور رات کے پہلے پہر وہ نبی ﷺ کے دروازے پر جمع ہو گئے اور انتظار کرنے لگے کہ نبی ﷺ سو جائیں تا کہ وہ آپ پر حملہ کر سکیں۔

جبکہ نبی ﷺ نے اپنے منصوبے کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ

کے بستر پر سونے کیلئے لیٹ جائیں اور اپنے اوپر سبز چادر اوڑھ لیں جو کہ نبی ﷺ اوڑھا کرتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انہیں کفار کے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے اِن آیات کی تلاوت کرتے ہوئے باہر نکلے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾

''ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کردی اور ایک دیوار ان کے پیچھے۔ اور ہم نے انھیں ڈھانک دیا، پس انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا۔'' [سورۃ یٰسٓ:9]

رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر ریت ہاتھوں میں لی اور ان لوگوں کے سروں کی جانب پھینک دی جنھوں نے آپ کے گھر کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ آپ ﷺ پہلے ابوبکر صدیقؓ کے گھر گئے اور منصوبے کے مطابق ابوبکرؓ کے گھر کے دروازے کی بجائے دیوار میں موجود ایک سوراخ (راستے) سے باہر نکلے تاکہ کوئی انھیں دیکھ یا پہچان نہ سکیں۔ نبی ﷺ کا منصوبہ یہ تھا کہ چونکہ قریش کے جاسوس مدینہ کی جانب شمال میں رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلیں گے اسلئے آپ مکہ کے جنوب میں یمن کی جانب نکل گئے۔

دوسری طرف جب کفار کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی چارپائی پر آرام کرنے والے نبی ﷺ نہیں بلکہ علی رضی اللہ عنہ ہیں تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انھوں نے علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ انھیں معلوم نہیں۔ قریش غصے سے پاگل ہو گئے، انھوں نے علی کو خوب مارا اور انہیں گھسیٹتے ہوئے خانۂ کعبہ لے آئے اور باندھ دیا تاکہ وہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خبر دے سکیں، تاہم انھیں مایوسی ہوئی۔ اس کے بعد وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کے بارے میں پوچھا۔ ان کی بیٹی اسماءؓ نے جواب دیا کہ انھیں معلوم نہیں۔ اس پر ابوجہل (اس پر اللہ کی لعنت ہو) نے ان کے منہ پر زور سے تھپڑ کھینچ مارا۔

رسول اللہ ﷺ تقریباً پانچ میل کا سفر کرنے کے بعد غارِ ثور پہنچے جو کہ بلند پتھریلی پہاڑیوں

کا ایک سلسلہ ہے۔ آپ نے غارِ ثور میں تین راتیں گزاریں۔ اس دوران عبداللہ بن ابوبکر رات کے وقت ان کے پاس آتے اور صبح سویرے مکہ چلے جاتے اور دن کے وقفے میں قریش کے ساتھ رہتے تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ میں ہی ہیں۔ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مکہ کی تمام صورتحال سے آگاہ کرتے۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، رات کی تاریکی میں انہیں دودھ پہنچاتے۔ اور طلوع سحر کے وقت جب عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ واپس جاتے تو عامر رضی اللہ عنہ اپنی بھیڑوں کے ریوڑ کو ان کے راستے پر چلاتے تاکہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیروں کے نشانات باقی نہ رہیں۔

اپنے خبیث ارادے میں ناکامی کے بعد قریش نے ایک ایمرجنسی میٹنگ طلب کی اور فیصلہ کیا کہ تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا جائے (نعوذ باللہ)۔ پس انھوں نے مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں کی سخت نگرانی کرتے ہوئے اس پر جاسوس مقرر کردیئے، اور (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندہ یا مردہ گرفتاری پر 100، 100 اونٹ انعام میں رکھ دیئے۔ نتیجتاً بہت سے لوگ سواریوں پر اور پیدل نکل کھڑے ہوئے۔ راستوں اور گزرگاہوں کے ماہرین بھی تلاش میں لگ گئے۔ وہ پہاڑیوں، ٹیلوں اور وادی میں پھیل گئے۔ یہاں تک کہ وہ اس غار کے دہانے تک بھی پہنچ گئے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھپے ہوئے تھے۔ اور وہ اتنا قریب پہنچ گئے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ اپنی پیروں کی جانب نگاہ ڈالیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ لیکن اللہ اپنے امور پر پوری طرح غالب ہے اور وہ جسے چاہتا ہے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے ان کی ڈھارس بندھائی اور کہا؛ ''تم ان دو کے بارے میں کیا کہتے ہو جن کا تیسرا ساتھی خود اللہ کی ذات ہے'' اس واقعے کے متعلق اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ

تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

''اگر تم نبی کی مدد نہیں کرو گے (تو کوئی پرواہ نہیں) پس جان لو کہ اللہ اس کی مدد کر چکا ہے جب کفار نے ان کو نکال باہر کیا، جب وہ صرف دو میں دوسرا تھا، وہ (محمدؐ اور ابوبکر صدیقؓ) غار میں تھے۔ تو اس (محمدؐ) نے اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہا: ''غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' اس وقت اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی مدد ایسی قوت (فرشتوں) سے کی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔'' [التوبہ:40]

پس مزاحمت کرنے والے ناکام لوٹ گئے اگرچہ ایک موقع پر وہ نبی ﷺ سے صرف چند قدم کے فاصلے پر تھے۔

تلاش بالآخر کمزور پڑ گئی، اور گشتی پارٹیوں نے تلاش ترک کر دی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اپنے ساتھی کے ساتھ مدینہ کی جانب ہجرت کی جائے۔ انھوں نے پہلے ہی عبداللہ بن اریقط کی بطور گائیڈ خدمات حاصل کر لی تھیں، جو اگرچہ اپنے لوگوں کے دین پر تھا مگر وہ ایک قابلِ اعتماد اور ماہر گائیڈ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ یہ طے ہو چکا تھا کہ وہ تین دن کے بعد غار کے پاس گھوڑوں کے ساتھ پہنچے گا۔ اپنے وعدے کے مطابق وہ پہلی ربیع الاول کی رات کو پہنچ گیا، اسماءؓ خوراک کا سامان اپنے ساتھ لے آئیں، اور نبی ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

عبداللہ بن اریقط پہلے انھیں جنوب میں یمن کی جانب لے گیا اور پھر وہ مغرب میں ساحل کی جانب مڑا اور ایک ایسے راستے پر پہنچ گیا جس سے کوئی واقف نہ تھا۔ اس کے بعد وہ شمال کی جانب بحر احمر کے ساحل کی جانب مڑا اور ایک ایسے راستے پر چلا جس سے بہت کم لوگ واقف

تھے۔ 8 ربیع الاول کو، جو کہ بعد میں پہلے ہجری سال کا ربیع الاول کہلایا، نبی ﷺ قبا کے مقام پر پہنچے۔ مدینہ کے مسلمان، جو پہلے ہی نبی ﷺ کی مکہ سے روانگی کا سن چکے تھے، روزانہ 'حرہ' کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے کیلئے آتے، اور تب تک آپ کا انتظار کرتے جب تک گرمی کی شدت بہت زیادہ بڑھ نہ جاتی اور اس لمبے انتظار کے بعد وہ گھروں کو واپس لوٹتے۔ ایک یہودی، جو اپنے گھر کی چھت پر سے کچھ دیکھ رہا تھا، نے آپ کا دمکتا ہوا چہرہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دور سے آتے دیکھ لیا، پس وہ چیخ کر بولا: "اے اہلِ عرب! وہ آ گیا جس کا تم سب کو انتظار ہے۔" مسلمان اپنے ہتھیاروں کی جانب دوڑ پڑے اور خوشی اور فرحت سے بے تابی کے ساتھ تکبیر کی گونج میں اپنے گھروں سے نکل پڑے تاکہ رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرسکیں۔ یہ مدینہ کی تاریخ میں ایک بے نظیر دن تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ قبا میں چار دن رہے اور پانچویں روز اپنے اونٹ پر سوار ہوئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے۔ نبی ﷺ نے بنی نجار کو اپنی آمد سے آگاہ کیا جو کہ آپ کے ماموؤں اور خالوؤں کا خاندان تھا اور آپ کے استقبال کیلئے آیا ہوا تھا اور اپنی تلواروں سے لیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ کی ہر گلی اور گھر سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بڑائی پر مبنی صداؤں کی گونج سنائی دے رہی تھی...۔

یوں اسلام پر مبنی ریاست وجود میں آ گئی، وہ ریاست جو کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ** کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی۔

ہجرت کے واقعہ کے دو پہلو یاد رکھنے کے قابل ہیں:

1) باریک بینی سے منصوبہ بندی:

رسول اللہ نے بذاتِ خود ہجرت کا منصوبہ تیار کیا اور اس کے ہر نقطہ کی تمام تفصیلات پر بھرپور توجہ کی، اور کسی پہلو کو غور و فکر کے بغیر نہیں چھوڑا۔ تیاری کا یہ عمل اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ پورے کا پورا عمل" رائے، جنگ اور حکمتِ عملی" (opinion, war and

(strategy سے تعلق رکھتا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تھا اور نبی ﷺ نے تمام وسائل اور ذرائع کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کیلئے عرق ریزی سے تفصیلی منصوبہ بندی کی تا کہ اس ہجرت کو کامیاب بنایا جا سکے۔ پس آج نصرۃ دینے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ باریک بینی اور احتیاط کے ساتھ، تمام دستیاب وسائل اور ذرائع کو بروئے کار لانے میں تخلیقی ذہن استعمال کرتے ہوئے ایک جامع اور تفصیلی پلان وضع کریں، جسے جرأت اور بے باکی کے ساتھ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ مختصراً، یاددہانی کی غرض سے، ہجرت کے منصوبے کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

1) رسول اللہ ﷺ نے اپنی چارپائی پر علی رضی اللہ عنہ کو سلایا۔

2) نبی ﷺ اپنے گھر سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف رات کے اندھیرے میں نکلے تا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔

3) دونوں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دروازے کی بجائے دیوار کی درز سے باہر نکلے تا کہ کوئی انہیں پہچان کر پکڑ نہ سکے اور نہ ہی پیچھا نہ کر سکے۔

4) وہ شمال میں مدینہ کی طرف جانے کی بجائے مدینہ کی مخالف سمت یعنی جنوب میں نکلے۔

5) انہوں نے غارِ ثور میں تین دن تک پناہ لی تا کہ قریش کی تلاش کچھ تھم جائے۔

6) عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ وہ روز رات کے وقت آئیں اور انھیں بتائیں کہ مکہ کے لوگ ان کے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں۔

7) راستے کے دوران خوراک کی فراہمی کو یقینی بنانے کیلئے اسماء بنت ابوبکرؓ کی ذمہ داری لگائی گئی۔

8) اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ پیروں کے نشان مٹ جائیں اور اس غرض سے عامر بن فہیرہ ؓ، جو کہ ابو بکر ؓ کے غلام تھے، کی ڈیوٹی لگائی گئی۔

9) ایک پیشہ ور اور راستوں سے مکمل واقف گائیڈ، ابن اریقط کو اجرت پر رکھا گیا۔

2) اللہ کی مدد:

ہجرت کے دوران اللہ کی مدد کا ذکر سیرت کی کتابوں میں درج ہے۔ اس کا تذکرہ قرآن اور مستند احادیث میں بھی موجود ہے۔ یہ کیسی مدد تھی؟ اس کی کیا تشریح ہے؟ اور موجودہ وقت میں نصرۃ کیلئے ہم اس سے کیسے بہرہ مند ہو سکتے ہیں؟ اس کی دو مثالیں بتا دینا ہی کافی ہے:

1) رسول اللہ ﷺ کی کھوج لگانے کے لیے قریش کی کوششوں سے متعلق امام احمد نے روایت کیا ہے کہ جب وہ (محمد ؐ اور ابو بکر ؓ) مکہ سے روانہ ہو کر غارِ ثور کی پہاڑی کے پاس پہنچے تو ابو بکر صدیق ؓ نے نبی ﷺ سے کہا: ''یا رسول اللہ! وہ ہمیں ڈھونڈ لیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''نہیں! فرشتوں نے اپنے پروں سے ہمیں چھپا رکھا ہے۔'' اسی طرح ابنِ ہشام نے روایت کیا کہ ایک شخص نے غار کی جانب منہ کر کے پیشاب کیا۔ تو نبی ﷺ نے کہا: ''اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔'' بخاری کی روایت کے مطابق ابو بکر صدیق ؓ نے بیان کیا: ''پس میں نے نبی ﷺ سے کہا اگر ان میں کچھ محض اپنا سر بھی نیچے کر لیں، تو ہمیں دیکھ لیں گے۔'' تو نبی ﷺ نے کہا: ''خاموش اے ابو بکر ؓ! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسری اللہ کی ذات ہے۔''

2) نبی ﷺ اور ابو بکر صدیق ؓ کی ہر احتیاط کے باوجود سراقہ بن مالک انعام کے لالچ میں آپ کے آمنے سامنے پہنچ گیا۔ سراقہ بن مالک کے جنگی گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک ریت میں دھنس گئی جس سے وہ جان گیا کہ نبی ﷺ ہر طرح کے نقصان سے مامون ہیں۔ بلکہ اس نے خود کہا کہ نبی ﷺ کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا۔ پس اس نے امن کی بات کی جس پر آپ ﷺ رک گئے۔ وہ چار لوگ تھے: رسول اللہ ﷺ، ابو بکر ؓ، عامر بن فہیرہ ؓ، اور ابنِ اریقط۔ نبی

ﷺ نے اسے اس سفر کو راز رکھنے کا کہا اور سراقہ کی درخواست پر اسے امان کا خط دے دیا۔ جب سراقہ واپس گیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ آپ ﷺ کو ڈھونڈ رہے ہیں، سراقہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ انھیں ادھر ڈھونڈ چکا ہے (جہاں پر رسول اللہ ﷺ موجود تھے)۔ اس طرح سراقہ نے انھیں دوسری جانب تلاش پر لگا دیا، وہی سراقہ جو صبح کے وقت نبی ﷺ کو روکنے کیلئے نکلا تھا، اسی شام کو نبی ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری سرانجام دے رہا تھا۔

پس بہترین انسانی کوشش، جو اللہ کے نبی ﷺ نے منصوبہ سازی اور اس کی تکمیل میں سر انجام دی، کے باوجود کفار کے وہ ہرکارے جو رسول اللہ ﷺ کو روکنے کیلئے نکلے تھے، ادھر آن پہنچے جہاں آپ ﷺ نے پناہ لے رکھی تھی۔ جہاں یہ واقعہ کفار کے ان پکے ارادوں اور ان کی کوششوں کی شدت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے (نعوذ باللہ) اس دعوت کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے تھے، وہاں یہ واقعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد کو بھی بیان کرتا ہے۔

یہ ہے وہ امر جس کا دعوت دینے والوں اور اہلِ نصرۃ کو ادراک ہونا چاہئے کہ کوئی بھی اس شخص پر غالب نہیں آ سکتا جس کا مددگار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہو۔ یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے مدد تھی جس نے نبی ﷺ اور ابوبکر صدیق کو ہر ضرر اور نقصان سے مامون رکھا اور ان کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا تا کہ اسلامی ریاست کا قیام ممکن ہو سکے۔ اللہ کی مدد کا وعدہ آج کے لیے بھی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾

''یقیناً ہم ضرور اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور جزا کے دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے۔'' [سورۃ الغافر:51]

اور فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ﴾

’’اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا‘‘ [محمد:7]

اور فرمایا:

﴿وَكَانَ حقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

’’اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے‘‘ [سورۃ الروم:47]

اور فرمایا:

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾

’’اور اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے صالح اعمال کیئے کہ وہ انہیں زمین میں (موجودہ حکمرانوں کی جگہ) حکمرانی عطا کرے گا، جیسا کہ اللہ نے ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی‘‘ [سورۃ النور:53]

پاکستان کے اہلِ قوت (اہلِ نصرۃ) کو پرزور پکار:

ہماری یہ پکار اپنے کندھوں پر چاند ستارے سجانے والوں افسروں اور کمانڈروں، کپتانوں اور فوجیوں کی طرف ہے۔ کہ اے قوت و طاقت رکھنے والو! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ پاکستان کی فوجی و سیاسی قیادت میں موجود غدار کہ جن کا اقتدار آپ کی طاقت اور اسلحے کا مرہونِ منت ہے، مسلمانوں کی بجائے کافر امریکیوں کو ڈھال فراہم کرنے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔

یہ غدار حکمران امریکہ کی ملی بھگت سے انتشار اور کنفیوژن کی آگ کو بھڑکائے ہوئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ افغانستان میں امریکہ کے

فوجی، جو ہر طرح کے اسلحے سے لیس ہونے کے باوجود اپنے خوف اور بزدلی کی وجہ سے مفلوج ہو چکے ہیں، اطمینان کا سانس لے سکیں۔

اور یہ غدار حکمران ہی ہیں کہ جنہوں نے کافر امریکیوں کو اس بات کا موقع فراہم کیا کہ وہ پاکستان کے اندر پے در پے ڈرون حملے کریں، اور ان ڈرون حملوں کا نشانہ بوڑھے، جوان، عورتیں، بچے، سبھی بن رہے ہیں اور لوگوں کی چھتیں انہی کے سروں پر گرائی جارہی ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ حکمران آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ قبائلی علاقے کے مسلمانوں کو کچلیں تاکہ امریکہ ڈرون حملے کرنا بند کردے، گویا کہ یہ حکمران تو ڈرون حملے روکنا چاہتے ہیں مگر وہ لاچار اور بے بس ہیں کہ ان کے پاس ان حملوں کو روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اور یہ فوجی و سیاسی قیادت میں موجود غدار ہی ہیں کہ جنہوں نے کفار کی پرائیویٹ فوجی تنظیموں اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کو پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت دی تاکہ وہ پورے پاکستان میں ٹارگٹ کلنگ اور بم دھماکوں کی مہم چلائیں، جس کے ذریعے مسلح افواج، سیکیورٹی اداروں اور عام شہریوں کو بے دریغ نشانہ بنایا جارہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ حکمران ریمنڈ ڈیوس جیسے قاتل امریکیوں کو مقامی سیکیورٹی فورسز کی دسترس سے بچاتے ہیں، پس جب بھی یہ کرائے کے قاتل پکڑے جاتے ہیں تو یہ حکمران انہیں چھڑا لیتے ہیں، تاکہ یہ امریکی، چند طالبان عناصر کی صفوں میں اپنے لوگوں کی موجودگی کے ذریعے اپنا کام بلاتعطل سرانجام دے سکیں۔ یہ سب اس وجہ سے کیا جاتا ہے تاکہ امریکی عہدیدار اور یہ ایجنٹ حکمران لاشوں کے ڈھیر اور بہتے ہوئے لہو کی طرف اشارہ کر کے آپ سے کہہ سکیں: ''کیا آپ یہ سب نہیں دیکھ رہے، کیا اب بھی یہ آپ کی جنگ نہیں؟''

اور یہ غدار حکمران ہی ہیں جو قبائلی علاقوں میں ہندو اثر و رسوخ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جبکہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ یہ امریکہ ہی ہے جس نے افغانستان کے دروازوں کو

بھارت کے لیے کھولا ہے اور ہندوؤں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ قبائلی علاقوں میں اپنی جڑیں بنائیں اور انتشار کی فضاء قائم کرنے میں امریکہ کے ساتھ ساتھ اپنا کردار ادا کریں۔ اور یہ غدار حکمران ہی ہیں جنہوں نے اس وقت بھی امریکہ کا دامن تھام رکھا ہے جبکہ وہ آپ سے اس بات کا مطالبہ کرر ہا ہے کہ آپ بھارت کے ساتھ حالات کو معمول پر لائیں اور کشمیر میں بھارت کے ظلم و جبر سے توجہ ہٹا لیں اور اپنی پوری توجہ امریکہ کو بچانے پر مرکوز کریں جو افغانستان کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

اے اہلِ قوت! محترم بھائیو!

ان حکمرانوں کو نہ تو آپ کی کوئی پرواہ ہے اور نہ ہی ان لوگوں کی کہ جن کی حفاظت کی آپ نے قسم اٹھا رکھی ہے، نہ ہی ان حکمرانوں کی نظر میں اُس دین کی کوئی وقعت ہے جو آپ کے سینے میں ہے، اور نہ ہی انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا کوئی پاس ہے، اور نہ ہی ان حکمرانوں کو مسلمانوں کے خون کا کوئی احساس ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾[النساء:93]

"جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اسکے لیے عظیم عذاب تیار کر رکھا ہے"

اور ان حکمرانوں کو نہ تو مسلمانوں کے آپس میں لڑنے کی کوئی پرواہ ہے اور نہ ہی انہیں اس بات کی کوئی پرواہ ہے کہ اس فتنے کی جنگ میں آپ کا خون ناحق اور بے دریغ بہہ رہا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل و المقتول فى النار، قلنا يا رسول اللّٰه هذا القاتل فما بال المقتول ، قال انه كان حريصا على قتل صاحبه))

''جب دو مسلمان ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم کی آگ میں ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ قاتل کے متعلق تو ایسا ہے، مگر مقتول کیوں جہنم میں جائے گا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ بھی اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنا چاہتا تھا'' (بخاری)

اور انہیں اس بات میں کوئی عار نہیں کہ وہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ گرمجوشی سے بغل گیر ہوتے ہیں اور ان سے دوستیاں کرتے ہیں، اور آپ کے سینوں کو دشمن امریکہ کے لیے ڈھال بناتے ہیں اور آپ کی صلاحیتوں اور رازوں کو اس کے حوالے کرتے ہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

''اور یہود و نصاریٰ ہرگز آپ سے راضی نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ان کی ملت (دین) کی پیروی نہ کریں۔'' (البقرۃ:120)

ان ظالم حکمرانوں کو مسلمانوں اور اللہ کی اُن رحمتوں کا ذرّہ برابر بھی پاس نہیں، جو اللہ نے انہیں عطا کر رکھی ہیں۔ ان حکمرانوں نے اپنے کافر آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ملکِ پاکستان کو، جو کہ ایک ایٹمی طاقت ہے، جس کی فوج دنیا کی ساتویں بڑی فوج ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ وسائل سے نوازا ہے، انتشار کی آگ میں جھونک دیا ہے اور تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ○ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری میں بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر پہنچا دیا۔ یہ لوگ جہنم میں جلیں گے اور یہ رہنے کے لیے کیا ہی بری جگہ ہے'' (سورۃ ابراہیم: 29-28)

بے شک یہ غدار حکمران ہم میں سے نہیں اور ہم ان میں سے نہیں ہیں۔ تو پھر آپ

انہیں کس طرح اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ مزید ایک گھنٹے کے لیے بھی آپ کے اسلحے اور طاقت کے بل بوتے پر اپنے عہدے پر برقرار رہیں، چہ جائیکہ آپ انہیں ہفتوں اور مہینوں کے لیے اپنے اوپر برداشت کریں۔

اے اہلِ قوت! محترم بھائیو!

پاکستان کے لوگ ان غدار حکمرانوں کی حقیقت اور ان کے جرائم کے شر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ ان سے نفرت کرتے ہیں اور دن رات ان کے اقتدار کے خاتمے کی دعائیں کرتے ہیں۔ ان حکمرانوں سے نجات آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اب آپ لوگوں پر ہے کہ آپ حرکت میں آئیں اور ان حکمرانوں کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں۔ اور یوں اللہ کی اس وسیع زمین پر اس حالت میں کھڑے ہوں کہ اللہ کا غضب اور عذاب آپ سے دُور رہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیه اوشك ان یعمهم اللّٰه بعقاب))

''اگر لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب دے'' (ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ)

اس دن سے ڈریں کہ جس دن جہنم بنی نوع انسان کے سامنے لائی جائے گی اور لوگ اس کی آگ کو براہِ راست دیکھ رہے ہوں گے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دن آپ کو ان لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے جنہوں نے ان شریر حکمرانوں کا ساتھ دیا، جو اپنے عوام کی قیادت کر رہے تھے تا کہ انہیں گمراہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَالُوا رَبَّنَآ إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴾

''اور وہ جہنمی کہیں گے اے ہمارے پروردِگار ہم نے اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور اُنہوں نے ہمیں سیدھی راہ سے گمراہ کیا'' (سورۃ الاحزاب: 67)

﴿وَإِذْ يَتَحَآجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ﴾

''اور جب دوزخی آپس میں جھگڑیں گے، پھر کمزور سرکشوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے ہی پیروکار تھے، پھر کیا تم ہم سے کچھ بھی آگ دور کر سکتے ہو؟ سرکش کہیں گے ہم اور تم سبھی اس جہنم میں پڑے ہوئے ہیں، بے شک اللہ اپنے بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے''(سورۃ المؤمن: 48-47)

یہ وہ وقت ہے کہ آپ مصمم ارادہ کریں، اور فوجی وسیاسی قیاست میں موجود غداروں کو ہٹا کر خلافت کے قیام کے لیے اپنی تلواریں بے نیام کرلیں، اور اپنے ان انصاری بھائیوں کو یاد کریں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مادی مدد فراہم کی تھی اور ماضی میں اسلام کو مدینہ میں بطور ریاست اور حکمرانی قائم کیا تھا، اور دنیا وآخرت میں عزت واجر کے حقدار بن گئے۔ اگر آپ اس پکار کا مثبت جواب دیتے ہیں تو عظیم رتبہ آپ کا بھی منتظر ہے۔ اور اگر آپ نے اس پکار سے منہ موڑا اور نصرۃ دینے سے انکار کیا تو یاد رکھیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس سے قبل اپنے انبیاء کی مدد کی اور اللہ آج بھی عنقریب اپنے فرمانبردار بندوں کی مدد کرے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تب آپ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو سب سے پہلے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے غضب اور خسارے سے دوچار ہوں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے تو بے شک پھر جائے اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہونگے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ

نہ کریں گے۔ یہ (تو) اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ اپنی مخلوق کی تمام ضروریات کیلئے کافی ہے، اور کامل علم والا ہے۔'' [سورۃ المائدہ:54]

ہم اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ امت کے اس زندگی اور موت کے مسئلے کے لیے آپ کا سینہ کھول دے اور آپ کو دین کی نصرۃ کا اعزاز بخشے، بے شک اللہ دعاؤں کو سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

﴿يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَأَنَّهٗ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! جواب دو اللہ اور اس کے رسول کی اس پکار کا جب وہ تمہیں بلائیں جس میں تمہارے لئے زندگی ہے۔ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان ہے (اللہ برے شخص کو ہر عمل کی اجازت نہیں دیتا)، اور بے شک اسی کی جانب تم سب جمع کئے جاؤ گے۔'' [سورۃ الانفال:24]